حصہ اوّل:

تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور

مولانا زکریا صاحب کے جوابات

تجزیہ اور تعاقب کی کسوٹی پر

حصہ دوم:

تبلیغی جماعت

قرآن وحدیث کی کسوٹی پر

تالیف:

مولانا عطاء اللہ ڈیروی

ابوالوفاء محمد طارق عادل خان

معلومات ورابطہ:

http://www.quransunnah.com

mtak32@yahoo.com

TO VIEW URDU BOOKMARKS PLEASE RIGHT CLICK ON SIDE PANEL & SELECT [WRAP LONG BOOKMARKS] OPTION

فہرست مضامین

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۱	مقدمہ حصہ اول:	۱
۲	اشکال نمبر۱: ''تبلیغ کیلئے خروج کو ہجرت و جہاد کہنا صحیح نہیں''	۶
۳	اشکال نمبر۲: ''مسلمانوں پر تبلیغ کیلئے خروج بدعت ہے''	۱۵
۴	اشکال نمبر۳: ''تبلیغی جماعت کے نزدیک تعلیم کی اہمیت نہیں ہے''	۱۸
۵	اشکال نمبر۴، ۵: ''تبلیغی جماعت مدارس اور علماء کی مخالف ہے''	۲۵
۶	اشکال نمبر۶: ''تبلیغ دین جاہلوں کا نہیں بلکہ علماء کا کام ہے''	۲۷
۷	اشکال نمبر۷: ''تبلیغ مدارس اور خانقاہوں کی حریف ہے''	۳۴
۸	اشکال نمبر۸: ''تبلیغ میں عالم پر جاہل کو امیر بنایا جاتا ہے''	۳۶
۹	اشکال نمبر۹، ۱۰: ''حکیم الامت اور شیخ الاسلام مدنی تبلیغ کے خلاف تھے''	۳۹
۱۰	اشکال نمبر۱۱: ''اہل تبلیغ لوگوں پر جبر اور زبردستی کرتے ہیں''	۴۳
۱۱	اشکال نمبر۱۲: ''تبلیغی چلہ کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے''	۴۵
۱۲	اشکال نمبر۱۳: ''تبلیغ کو انگریزوں کی طرف پیسے ملتے تھے''	۵۰
۱۳	اشکال نمبر۱۴: ''اہل تبلیغ تھانوی صاحب کی کتابوں سے روکتے ہیں''	۵۴
۱۴	اشکال نمبر۱۵: ''مولانا الیاس ہر قسم کے لوگوں سے ملتے تھے''	۵۵
۱۵	اشکال نمبر۱۶: ''تبلیغ والے اعتراضات کی طرف التفات نہیں کرتے''	۵۶
۱۶	اشکال نمبر۱۷: ''تبلیغ والے فضائل پر زور دیتے ہیں مسائل پر نہیں''	۶۲
۱۷	اشکال نمبر۱۸: ''موجودہ تبلیغی جماعت ضلالت و گمراہی پر ہے''	۶۸
۱۸	لمحہ فکریہ	۷۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمدللہ وکفی و سلام علی عبادہ الذی اصطفی امابعد

معروف حنفی دیوبندی عالم مولانا زکریا صاحب جو فضائل اعمال یا تبلیغی نصاب کے مولف بھی ہیں انہوں نے تبلیغی جماعت پر بعض اعتراضات کے جوابات تحریر فرمائے ہیں یہ جوابات ایک کتابی شکل میں ''ادارہ اشاعت دینیات (پرائیوٹ) لمیٹڈ ۱۶۸/۲ اجھا ہاؤس، حضرت نظام الدین دہلی الجد یدہ الہند'' سے شائع ہوئے ہیں اس کتاب کا عنوان ''جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات'' ہے۔

یہاں ان صفحات میں ہم زکریا صاحب کے ان ہی جوابات کا تجزیہ اور بعض حقائق کی نشاندہی قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں، زکریا صاحب نے اسی کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿ میں خود اہل مدرسہ اوراہل خانقاہ ہونے کے باوجود ببانگ دہل اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ یہ عمومی اور ضروری کام (تبلیغ) بعض وجہ سے مدارس اور خانقاہ سے زیادہ مفید اورافضل ہے ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ۲ ﴾

یہاں زکریا صاحب نے اپنے آپ کو دو جماعتوں کے ساتھ منسلک کیا ہے، ایک اہل مدرسہ اور دوسرا اہل خانقاہ سے اہل مدرسہ ہونا تو واضح ہے اور آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کیونکہ اس سے دینی اور شرعی علوم کی درسگاہیں مراد ہیں جہاں طلباء قرآن وسنت اور علوم دینی وشرعی حاصل کرتے ہیں لیکن زکریا صاحب کا اہل خانقاہ ہونا ذرا وضاحت طلب ہے اسکی وضاحت کیلئے ہم اردو لغت کی کتاب فیروز اللغات سے لفظ خانقاہ کا معنی نقل کرتے ہیں، فیروز اللغات صفحہ ۵۸۳ پر لکھا ہے کہ:

﴿ خانقاہ درویشوں اور مشائخ کے رہنے کی جگہ، صومعہ، کسی درویش یا پیر کا مقبرہ ﴾

اس سے معلوم ہوا کہ خانقاہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پر بیٹھ کر صوفیہ مراقبے کرتے ہیں اور چلے کاٹتے ہیں اور اس لفظ سے مسلمانوں کی عبادت گاہ مسجد مراد نہیں بلکہ یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کی عبادت گاہ

مراد ہے جہاں پر وہ اپنے عقیدہ کے مطابق عبادت سرانجام دیتے ہیں اسلیئے یہ خانقاہ کا لفظ مسلمانوں کی عبادت گاہ پرنہیں بولا گیا نیز پوری اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کی عبادت گاہ کو مسجد کے نام سے ہی ذکر کیا جاتا رہا ہے اسلیئے یہ لفظ عجمی ہے اور غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کیلیئے استعمال ہوا ہے، یہی سبب ہے کہ فیروز اللغات والے نے اس لفظ کے معنی میں مسجد کا ذکر نہیں کیا بلکہ اسکے معنی میں صومعہ کا لفظ لکھا ہے اور ابن عباسؓ کے قول کے مطابق صومعہ کا لفظ یہودیوں کی عبادت گاہ پر بولا جاتا ہے اسی طرح مجاہد، ابولعالیہ، عکرمہ اورضحاک کا بھی یہی قول ہے جبکہ مشہور مفسر قرآن قتادہ کا قول یہ ہے کہ صومعہ ایک غیر مسلم فرقہ صائبین کی عبادت گاہ کو صومعہ کہا جاتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع و صلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیرا ☆ الحج ٤٠﴾

یعنی ”اگر اللہ ایک گروہ کے ذریعہ دوسرے کو ہٹا تا نہ رہتا تو صوامع، بیع اور صلوات اور وہ مساجد بھی جہاں اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے، سب کو تباہ کر دیا جاتا“ قرآن کریم کی اس آیت میں صومعہ کا لفظ مساجد کے بالمقابل ذکر کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ خانقاہ مسلمانوں کی عبادت گاہ پرنہیں بلکہ غیر مسلموں کی عبادت گاہ پر بولا جاتا ہے نیز خانقاہ کے معنی میں فیروز اللغات والے نے درویشوں اور پیروں کے مقبروں کا بھی ذکر کیا ہے یعنی یہ لفظ قبروں پر بنائی گئی عمارتوں پر بھی بولا جاتا ہے جن کو عرف عام میں مزار کہا جاتا ہے اور یہ مزارات ہر زمانے میں اہل شرک وبدعت کی عبادات کا مرکز رہے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ تبلیغی جماعت کے اکابرین اہل توحید نہیں لہذا یقینی طور پر یہ جماعت اہل سنت والجماعت طریقہ پر قائم نہیں بلکہ یہ جماعت اہل کفر وشرک کی عبادت گاہوں کی طرز پر خانقاہیں تعمیر کیئے ہوئے ہے اور انہی کے طرز عبادت یعنی چلہ کشی کو اختیار کیئے ہوئے ہے اور اسی طریقہ عبادت کو رضاء الٰہی کا ذریعہ سمجھتی ہے اور اس جماعت کے اکابرین اور دیرینہ رفقاء کار یہودیوں اور قبر پرستوں کی طرح اہل قبور سے فیض حاصل ہونے پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں اور اسی ایمان ویقین کا فروغ یعنی صوفیت اس جماعت کا مشن ہے اور معلوم ہونا چاہیے کہ دین تصوف کا اصل الاصول قبر پرستی اور وحدت ادیان ہے۔

ہندوستان میں دین تصوف کی فروغ میں جماعت حنفیہ کا بڑا ہاتھ ہے اور یہی سبب ہے کہ جب بھی صوفیت یا صوفیت کی پروردہ تبلیغی جماعت کا تذکرہ ہوتا ہے تو احناف کا ذکر ضرور ہوتا ہے اس سے بعض افراد کو یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ شاید ہمارا اعتراض تبلیغی جماعت پر نہیں بلکہ حنفیت پر ہے اور چونکہ تبلیغی جماعت محض احناف کی نمائندہ نہیں بلکہ اسمیں شافعی اور اہل حدیث وغیرہ بھی شامل ہیں چناچہ یہ تمام اعتراضات تبلیغی جماعت پر لاگو ہی نہیں ہوتے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے تذکرہ میں ہم صرف ان ہی احناف اکابرین کا تذکرہ کرتے ہیں جن کا مذہب حنفیت کے ساتھ ساتھ صوفیت بھی رہا ہے اور معلوم ہونا چاہیے کہ عقیدہ وحدت الوجود اور حلول کے عقیدہ کو حنفی جماعت سے ہی تقویت ملی ہے اور ان عقائد کے حامل اور داعی سب حنفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے، مثلاً شاہ ولی اللہ کے والد اسی عقیدہ پر تھے اور خود شاہ صاحب کی بھی بعض تصانیف میں ان عقائد کی تائید ملتی ہے جیسا کہ انفاس العارفین وغیرہ اور ہندوستان کے بہت بڑے مشہور صوفی بزرگ مجدد الف ثانی بھی مکتوبات میں اسی طرف اشارہ کرتے ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ مجدد الف ثانی نے ہندوستان میں عقیدہ وحدت الوجود کا رخ وحدت الشہود کی طرف موڑ دیا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مابین کسی خاص فرق کو واضح کرنے میں ناکام رہے اور صرف وحدت الشہود کی اصطلاح ایجاد کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ جن صوفی اکابرین سے عقیدہ وحدت الوجود ثابت ہے اصل میں وہ لوگ بے ہوش تھے یا اللہ کے عشق میں مدہوش تھے اسلئے اس قسم کی باتیں کرتے تھے جو وحدت الوجود کو ظاہر کرتی تھیں جبکہ درحقیقت اس سے ان کی مراد وحدت الشہود تھی لیکن یہ محض ایک عقلی دلیل ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اکابر صوفیاء کے اقوال وحکایات وحدت الوجود کی تائید میں اتنی وضاحت سے ملتے ہیں کہ ان کی تاویل وحدت الشہود سے کرنا ناممکن ہے ان ہی اقوال وحکایات میں سے بعض کو زکریا صاحب نے اپنی جماعت کے نصاب یعنی فضائل اعمال میں بھی نقل فرمایا ہے مثلاً قبر سے ہاتھ نکلنا، قبر سے روٹی ملنا اور قبر سے پیسے ملنا وغیرہ اسی طرح موت کی پیشگی خبر ہونا اور پھر مرنے کے بعد بھی مردہ کا آنکھیں کھول دینا اور زندوں سے باتیں کرنا وغیرہ اس جماعت کے باطن کی خباثت کو ظاہر کرتا ہے پس اس جماعت کا اصل مقصد صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے والوں کو اہل قبور سے فیض حاصل کرنے کی طرف متوجہ کرنا، اور

صرف ایک اللہ سے مدد طلب کرنے والوں کو بزرگوں اور انبیاء کی ارواح سے مدد طلب کرنے پر آمادہ کرنا ہے اسلیئے یہ جماعت اپنا ٹھکانہ اور مورچہ ہمیشہ مساجد میں قائم کرتی ہے کیونکہ اس جماعت کا اصل ہدف وہ مسلمان ہیں جو پانچ وقت مسجد میں آتے ہیں یعنی اس جماعت کا اصل مقصد لوگوں کو مسلمان بنانا نہیں بلکہ مسلمانوں کو صوفی بنانا اور خانقاہوں کو آباد کرنا ہے اس ضمن میں یہ بات بھی جان لینا چاہیے کہ فضائل اعمال کے مؤلف مولانا زکریا صاحب کی طرح بانی جماعت تبلیغ مولانا الیاس صاحب بھی خانقاہیت کے دلدادہ تھے جیسا کہ مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی لکھتے ہیں کہ:

﴿مولانا الیاس صاحب عرب سرا کے پھاٹک حضرت نظام الدین اولیاء کی قدیم عبادت گاہ ہمایوں کے مقبرہ کے جنوب میں عبدالرحیم خان خاناں کے مقبرہ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے شیخ حضرت سید نور محمد بدایونی کے مزار کے قریب پہروں خلوت میں رہتے کھانا دوپہر کا عموماً وہاں ہی چلا جاتا اور رات کا مکان پر آکر کھاتے نماز سب وقتوں کی جماعت کیساتھ وہاں ہی پڑھتے اور لوگ جماعت کرانے وہیں چلے جاتے اور طلباء بھی سبق پڑھنے کبھی وہیں پہنچ جاتے ☆ مولانا الیاس اور انکی دینی دعوت صفحہ ۷۱﴾

مولانا الیاس صاحب کا یہ طرز عمل اس بات کا مظہر ہے کہ وہ بھی بزرگوں کی قبروں سے فیض حاصل ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اور اسلیئے قبروں پر مراقبے یا چلّے بھی کیا کرتے تھے جیسا کہ سوانح یوسفی میں ہے کہ:

﴿جب رشید احمد صاحب گنگوہی کا وصال ہوگیا تو حضرت مولانا الیاس صاحب پر ایک عجیب حال طاری ہوگیا، سلوک ومراقبہ بڑھ گیا، اکثر حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے روضہ کے پیچھے بوریہ بچھا کر بیٹھ جاتے، دیر تک خاموش بیٹھے رہتے، بعد مغرب عشاء تک نوافل میں مشغول رہتے اسوقت مولانا کی عمر ۲۰،۲۲ سال تھی ☆ سوانح یوسفی صفحہ ۱۴۴﴾

بانی جماعت تبلیغ کے اس عمل سے زکریا صاحب کے اس بیان کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ اہل مدرسہ ہونے کے ساتھ ساتھ اہل خانقاہ بھی ہیں یعنی قبروں پر مراقبہ اور چلہ کے ذریعہ اہل قبور سے فیض اور امداد پر یقین رکھتے ہیں اس اعتبار سے تبلیغی اور بریلوی ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں اور ان دونوں جماعتوں

کے بزرگان میں جو بھی چپقلش پائی جاتی ہے اسکا اصل سبب عقائد کا اختلاف نہیں بلکہ محض کرسی اور مفادات کا چکر ہے ورنہ اصل کے اعتبار سے دونوں کا منہج ،عقیدہ اور امام ایک ہے۔

تبلیغی جماعت پر اعتراضات کی ہمیشہ ہی بھرمار رہی ہے حتی کہ خود اہل دیوبند اور احناف علماء بھی تبلیغی جماعت سے اکثر و بیشتر نالاں اور شاکی نظر آتے ہیں لیکن افسوس تبلیغی جماعت والے کسی کی شکایت پر کان دھرنے کو تیار نہیں اور کسی بھی اعتراض کو اولاً تو اہمیت ہی نہیں دیتے اور اگر کبھی کسی اعتراض کا نوٹس لیں بھی مولانا زکریا صاحب کی کتاب ''جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات'' کا حوالہ دیدیتے ہیں کہ تمام اعتراضات کا جواب وہاں موجود ہے چنانچہ ہم نے یہاں اس کتاب کا تعاقب کرکے زکریا صاحب کے ان جوابات کا پوسٹ مارٹم قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔

پس اس کتاب یعنی ''جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات'' میں زکریا صاحب نے جن اشکالات اور اعتراضات کے جوابات دینے کی سعی فرمائی ہے،اس ضمن میں ایک بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ہم نے زکریا صاحب کے مکمل جواب کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ کتاب کے اصل سیاق وسباق کا اہتمام اور لحاظ کرتے ہوئے صرف اہم اور قابل گرفت مقامات کو نقل کرکے اسکا جواب دیا ہے لہذا اب ہم ان اشکالات کے جوابات کا تعاقب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ زکریا صاحب اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس تعاقب کے ضمن میں حق اور صحیح بات لکھنے اور قارئین کرام کو حق سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆ وصلی اللہ علی نبینا محمد و علی آلہ واصحابہ وسلم ☆

عطاءاللہ ڈیروی

۰۳/ جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ ہجری

اشکال نمبرا: ''تبلیغ کیلئے خروج کو ہجرت و جہاد کہنا صحیح نہیں''

زکریا صاحب نے لکھا ہے کہ: اشکال یہ ہے کہ تبلیغ والے جہاد کی احادیث کو اپنے تبلیغی اسفار کی تائید میں پیش کرتے ہیں اور تعجب اس پر یہ ہے کہ یہ اشکال عوام کے بجائے اہل علم کی طرف سے زیادہ آیا، اہل علم کی طرف سے اس قسم کے اشکالات کا وارد ہونا زیادہ موجب تعجب ہے اسلئے کہ جہاد کے اسفار میں قتال اگرچہ عرفاً زیادہ معروف ہے لیکن لغت اور نصوص جہاد کو قتال کے ساتھ مخصوص نہیں کرتے، جہاد کی اصل اعلاء کلمۃ اللہ کی سعی ہے جس کا درجہ مجبوری اور آخری قتال بھی ہے قتال اصل مقصود نہیں۔

پس جو شخص انکی یعنی دینی وتبلیغی جماعتوں کی کوشش سے ہدایت پائے گا اسکی حسنات بھی ان مجاہدین کی حسنات میں داخل ہوں گی اور اس سے زیادہ افضل علوم ظاہرہ اور علوم باطنہ کی تعلیم ہے اسلئے کہ اسمیں حقیقت اسلام کی اشاعت زیادہ ہے، فقط اس زمانے میں تبلیغ سے جتنی ہدایت پھیل رہی ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ نمازی بن گئے، سیکڑوں غیر مسلم ان لوگوں کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔

نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے تشریف واپس لائے تو فرمایا ''رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر'' یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں، ظاہر ہے یہاں جہاد اکبر کا مصداق جہاد بالسیف اور جہاد مع الکفار نہیں ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو اللہ کے راستہ میں خرچ کرے سات سو گناہ دو چند ہو جاتا ہے جبکہ اللہ کا راستہ جہاد بالقتال کے ساتھ خاص نہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا تو پھر اگر اہل تبلیغ اس حدیث سے تبلیغی اسفار میں خرچ کو داخل کریں تو کیا اشکال ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی گھر رہ کر اللہ کے راستہ میں کوئی خرچ بھیجے اسکو ایک درھم کے بدلے سات سو درھم ملتے ہیں اور جو خود جہاد میں نکلے اور خرچ کرے اسکو ہر درھم کے بدلے میں سات لاکھ درھم کا ثواب ملتا ہے، اس میں تبلیغی اسفار یقیناً داخل ہیں اور مدارس کا چندہ بھی اسی میں داخل ہے۔

تجزیہ وتعاقب:

ہم زکریاصاحب کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ لفظ جہاد کا لغوی معنی صرف قتال تک محدود نہیں لیکن اس لفظ کا عرفی معنی جیسا کہ زکریا صاحب نے خود اسکا اعتراف کیا ہے قتال ہی ہے اوراحادیث اور سیرت کی کتابوں میں محدثین کرام نے جو جہاد کے عنوانات قائم کئے ہیں وہ قتال کیلئے ہی خاص ہیں، وہاں آپ ﷺ کے غزوات کا ذکر ہی کیا جاتا ہے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے وعظ وتبلیغ کو جہاد نہیں کہا بلکہ اسکو تذکیر کہا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿ وذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین ☆ الذاریات ۵۵ ﴾

یعنی ’’آپ وعظ ونصیحت کو جاری رکھیں کیونکہ یہ مؤمنین کو بہت فائدہ دیتی ہے‘‘ اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ:

﴿ وانذر عشیرتک الاقربین ☆ الشعراء ۲۱۴ ﴾

یعنی ’’اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں‘‘ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے وعظ و نصیحت کو انذار کہا ہے اسلئے نبی کریم ﷺ کو نذیر اور بشیر کہا جاتا ہے جبکہ مجاہد کا لفظ آپ ﷺ کے ناموں میں شامل ہی نہیں حالانکہ آپ غزوات میں شریک ہوئے اور قیادت بھی کی مگر کبھی کوئی آپ ﷺ کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوا اسلئے آپ ﷺ کے ناموں میں مجاہد کا لفظ شامل ہی نہیں نیز آپ ﷺ مکہ میں تیرہ سال تک وعظ ونصیحت کرتے رہے مگر قرآن کی کسی آیت میں آپ ﷺ کے اس عمل کو جہاد نہیں کہا گیا، پس معلوم ہوا کہ دین اسلام کی تبلیغ کے عمل کو عرف عام میں جہاد نہیں کہا جاتا اور ہر زبان کے کسی لفظ کا وہی معنی زیادہ معتبر ہوتا ہے جو عرف عام میں اس سے مراد لیا جاتا ہے اسلئے تبلیغی جماعت کا تبلیغی مقاصد کیلئے سفر کرنے کو جہاد کہنا اور اپنے اس عمل کو نبی کریم ﷺ کے غزوات سے تشبیہ دینا سراسر دھوکا دہی اور جاہل عوام کو بے وقوف بنانا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جہاد کے نام سے جو لشکر اور جماعتیں ترتیب دیکر بھیجی تھیں وہ فقط جنگ اور قتال کیلئے بھیجی جاتی تھیں اور تاریخ اسلام میں کسی ایسی جماعت کو مجاہدین کی جماعت نہیں کہا گیا جو خالص وعظ ونصیحت یا تعلیم و تربیت کیلئے بھیجی جاتی ہو البتہ بعض افراد کو مکی سورتوں میں جہاد کے تذکرے سے یہ مغالطہ لاحق ہوجاتا ہے کہ

جہاد مطلق کوشش کا نام ہے اور تبلیغ بھی ایک کوشش ہے یعنی جہاد قتال فی سبیل اللہ کے ساتھ خاص نہیں ہے جیسا کہ سورۃ الفرقان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿فلا تطع الکافرین وجاهد هم به جهاداً کبیرا☆الفرقان ٥٢﴾

یعنی ''کفار کی پیروی کرنے کے بجائے ان کے ساتھ بڑا جہاد کیجئے'' اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مشہور تفسیر ''تفسیر المیسر'' کے مفسر تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿فلا تطع الکافرین فی ترک شئی مما أرسلت به، بل ابذل جهدک فی تبلیغ الرسالة وجاهد الکافرین بهذاالقرآن جهاداً کبیرا ، لایخالطه فتور ☆ تفسیر المیسر﴾

یعنی ''کافروں کو رضامند کرنے کی خاطر اس چیز کومت چھوڑنا جو تمہاری جانب بھیجی گئی ہے، بلکہ اس وحی کو پہنچانے کی خاطر ہر مزاحمت کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا'' یعنی اس آیت میں تبلیغ کو جہاد نہیں کہا گیا بلکہ تبلیغ کی راہ میں جو رکاوٹیں کافر ڈال رہے ہیں ان کو ثابت قدمی سے عبور کرنے کو جہاد کہا گیا ہے، مزید برآں یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یا آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین نے کفار کے ملکوں میں دین کی تبلیغ کیلئے کبھی کوئی جماعت نہیں بھیجی بلکہ ان ملکوں میں جو بھی جماعتیں آپ ﷺ یا صحابہ کرام کے دور میں بھیجی گئیں وہ فقط قتال کیلئے تھیں اسلئے تبلیغی جماعت کا یہ دعویٰ محض جھوٹ ہے ک ہماری تبلیغی مشن پر بھیجی گئی جماعتیں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی جہاد پر بھیجی گئی جماعتوں کی مانند ہیں۔

ہم جب یہ بات کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت بلکہ پوری حنفی جماعت ائمہ اہل سنت کے طریقہ پر نہیں بلکہ صوفیت کے طریقہ پر ہے تو ہم سے عوام ہی نہیں بلکہ بعض علماء بھی اختلاف کر جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بسا اوقات علماء دیوبند کی زبان سے وہ بات نکل جاتی ہے جس کو وہ صیغہ راز میں رکھنا چاہتے ہیں جیسا کہ یہاں زکریا صاحب نے صاف الفاظ میں اپنے عقیدہ کو ان الفاظ میں بیان کر دیا کہ ''جہاد سے زیادہ افضل علوم ظاہرہ اور علوم باطنہ کی تعلیم ہے اسلئے کہ اسمیں حقیقت اسلام کی اشاعت زیادہ ہے'' یہاں علوم ظاہرہ سے مراد قرآن وسنت کا علم ہے جو دینی وشرعی مدارس ومراکز میں پڑھایا جاتا ہے لیکن علوم باطنہ سے کیا مراد

ہے؟اسکی وضاحت اشد ضروری ہے،اس علم باطنی کو سمجھنے کیلئے باطنی فرقہ کی پہچان ضروری ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حقیقت میں اسلام وہ دین نہیں جو قرآن سنت کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ حقیقی اسلام وہ ہے جو قرآن سنت کے الفاظ کے باطن میں پوشیدہ ہے اوران معانی اور حقائق تک پہنچنا ہر آدمی کا کام نہیں ہے بلکہ اسکے لئے سخت محنت کرے اپنے نفس کو کچلنے کی ضرورت ہے اوراس مقصد کے حصول کیلئے گھر بار چھوڑ کر باہر نکلنا ضروری ہے جسے چلہ کہا جاتا ہے اور جب چلے کا مزاج بن جائے تو پھر سب ساتھیوں سے الگ ہو کر تنہائی میں بیٹھکر اپنے قلب کو غور وفکر کے ذریعہ کھودنا اشد ضروری ہے جسے صوفیاء کی اصطلاح میں مراقبہ کہتے ہیں اسکے بعد انسان کے قلب سے علوم پھوٹ کر نکلتے ہیں جن کی روشنی میں قرآن وسنت کے ظاہری الفاظ کے باطنی معنی ومفاہیم آدمی پر بذریعہ کشف کھلنے لگتے ہیں اور پھر حسب استطاعت جو جتنے زیادہ چلے اور مراقبے کا طریق اختیار کرتا ہے اسی قدر شریعت کی حقیقت سے قریب تر ہوتا جاتا ہے اسی کو صوفیاء کی اصطلاح میں شریعت، طریقت اور حقیقت کہتے ہیں،ان مراتب کو بیان کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ہمارے پیرومرشد حاجی امداداللہ ماجرمکی فرمایا کرتے تھے کہ ''مراتب مرداں کے اعتبار سے لا الہ الا اللہ کے تین معنی ہیں، لامعبود الا اللہ، لامطلوب الا اللہ اور لاموجود الا اللہ اور یہ سب مراتب سے اعلیٰ ہے'' ☆ شمائم امدادیہ صفحہ ۴۳﴾

یعنی کلمہ طیبہ کا یہ معنی کہ ''اللہ کے سوااس کائنات میں کوئی موجود ہی نہیں'' اس کلمہ کا سب سے افضل معنی ہے جبکہ پہلا معنی جو عوام الناس کیلئے ہے وہ یہ ہے کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں'' اور دوسرا معنی اوسط درجہ کے لوگوں کیلئے ہے جو یہ ہے کہ ''عمل صالح کا مقصود ومطلوب جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ نہیں بلکہ اللہ کی ذات ہے'' جبکہ تیسرا معنی جو حقیقی اور اصلی ہے ان اعلیٰ مرتبہ لوگوں کیلئے ہے جنہوں نے چلے اور مراقبے کر کر کے اپنے قلب کو آئینہ کی طرح صاف کرلیا ہوحتی کہ اسمیں اللہ کی تجلی ظاہر ہوجائے اور وہ کہہ اٹھے کہ لاموجود الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی موجود ہی نہیں ہے اسی کو عقیدہ وحدت الوجود کہا جاتا ہے اس عقیدہ کے مطابق کائنات میں مخلوق کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں بلکہ جو کچھ بھی ہے وہم اور خیال ہے یا پھر اللہ ہی کا سایہ اور عکس ہے،صوفیاء کے نزدیک یہ کلمہ طیبہ کا باطنی معنی ہے جس کا علم نہ ہمارے نبی ﷺ کو ہوا اور نہ صحابہ

کرام کو بلکہ وہ اس کلمہ کا معنی لامعبودالا اللہ ہی سمجھتے رہے اسی طرح اسماء الٰہی کا جو معنی صوفی سمجھتے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمایئے چناچہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ ہمارے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ ماجر مکی نے فرمایا کہ ''اللہ لا الہ الاھو لہ الاسماء الحسنٰی ☆ سورۃ طٰہٰ ۸'' میں ایک راز مکنون ہے پہلے نفی غیر کی فرما کر پھر اثبات وحدت الوجود کا فرمایا ہے، بعدہ فرمایا کہ سوائے میرے جو کچھ ہے وہ اسماء وصفات میری ہے یعنی جو کچھ غیر ذات اسکی معلوم ہو وہ سب مظاہر صفات ہیں ☆ امدادالمشتاق صفحہ ۹۱ ﴾

اشرف علی تھانوی صاحب اس کلام کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: مطلب یہ ہے کہ جب ''لا الہ الاھوٗ'' میں غیر کی نفی ہوگئی تو سوال پیدا ہوا کہ یہ کائنات کیا ہے اسکا جواب ''لہ الاسماء الحسنٰی'' میں دیا کہ اللہ کے جو اسماء ہیں یہ کائنات کے مظاہر ہیں موجود مستقل نہیں، یہ اس آیت کی باطنی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے اچھے نام ہیں'' اور سورۃ الاعراف کی آیت ۱۸۰ میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں تم اسکو ان ناموں سے پکارو اور جو کچھ مانگنا ہو ان ناموں کے وسیلہ سے مانگو'' لیکن صوفیاء کی باطنی تفسیر کے مطابق کائنات اور جمیع مخلوقات اللہ کے اسماء وصفات ہیں، اگر صوفیاء کی اس باطنی تفسیر کو تسلیم کرلیا جائے تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ کرام اور تمام دیگر مفسرین ان آیات کی اس تفسیر سے جاہل رہے، صوفیاء اپنی مان مانی تفاسیر کی بنیاد علم القاء کو قرار دیتے ہیں، معلوم ہونا چاہیے کہ خواب اور بیداری میں علوم کا لقاء انبیاء علیھم السلام کے ساتھ خاص ہے مگر صوفیاء بھی اسکے مدعی ہیں اور مثل انبیاء کے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کو اللہ کی طرف سے علم القاء ہوتا ہے جیسا کہ بانی تبلیغی جماعت مولانا الیاس صاحب کا یہ دعویٰ ''ملفوظات مولانا الیاس'' میں نقل کیا گیا ہے کہ انہیں سورۃ آل عمران کی آیت ۱۱۰ کی تفسیر خواب میں القاء ہوئی کہ ''تم یعنی امت مسلمہ مثل انبیاء علیھم السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو'' اور زکریا صاحب کے بقول یہی باطنی علم حقیقت اسلام ہے اور اسکی طرف لوگوں کو ترغیب دینا اور تبلیغ کرنا جہاد سے بھی افضل ہے اور یہ کام کرنے والوں کی حسنات مجاہدین کی حسنات میں داخل ہیں۔

اسکے بعد زکریا صاحب نے لکھا ہے کہ ''اس زمانے میں تبلیغ سے جتنی ہدایت پھیل رہی ہے اس سے

کسی کو انکار نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ نمازی بن گئے ،سیکڑوں غیر مسلم ان لوگوں کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے''،تبلیغی جماعت کو مساجد میں وعظ وتبلیغ کرتے ہر شخص دیکھ سکتا ہے جولوگ نمازی ہوتے ہیں جب وہ نماز پڑھنے مسجد میں از خود آجاتے ہیں تو یہ جماعت والے انکو گھیر کر وعظ وتبلیغ کرنے لگتے ہیں،ہم ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں ہر دین ومذہب کے لوگ موجود ہیں لیکن ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ یہ لوگ کبھی ہندو، عیسائی یا دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے پاس جائیں اورانہیں دین کی تبلیغ کریں بلکہ ہمارا مشاہدہ یہی ہے کہ یہ لوگ مسجد کے اندر بھی اور باہر بھی صرف انہیں لوگوں کو گھیرتے ہیں جو پہلے سے مسلمان ہیں،اسی لئے یہ لوگ صرف مساجد ہی میں ڈیرہ ڈالتے ہیں کسی پارک یا میدانی علاقے میں یا کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ کے آگے یہ لوگ کبھی اپنا مورچہ قائم نہیں کرتے جہاں غیر مسلموں تک رسائی ممکن ہو جبکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی تبلیغ کا مرکز ہمیشہ ایسی جگہ کو بنایا جہاں ہر قسم کے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہو جیسا کہ بازار،سالانہ میلے اورشارع عام وغیرہ نیز بعض وجوہات کی بنا پر ہم سمجھتے ہیں کہ زکریا صاحب کا یہ دعویٰ بھی محض مبالغہ ہے کہ اس تبلیغ کی وجہ سے ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے ہیں کیونکہ غیر مذہب رکھنے والوں پر تبلیغ کا کام کرنے والوں میں کچھ خصوصی اہلیت کا پایا جانا بھی اشد ضروری ہے مثلاً:

اولاً: جس مذہب کے لوگوں پر تبلیغ کی جارہی ہے اس مذہب کے بارے میں علم تاکہ وہ لوگ جو محض اپنے بزرگوں کی اندھی تقلید کے سبب اس مذہب سے منسلک ہیں ان کو اس مذہب کی خامیوں سے آگاہ کیا جاسکے،تو کیا تبلیغی جماعت کے نام نہاد مبلغین اسکی اہلیت رکھتے ہیں؟

ثانیاً: کسی غیر مسلم پر تبلیغ کرنے کیلئے دین اسلام کا پختہ علم رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ جب بھی ہم کسی کو اسلام کی دعوت دیں گے تو وہ شخص اس وقت تک اسلام قبول نہیں کرے گا جب تک کہ اسکے ذہن میں اسلام سے متعلق جو شکوک وشبہات ہیں انکا ازالہ نہ کردیا جائے ،تو کیا تبلیغی جماعت کے علم دین سے عاری مبلغین کیلئے ایسا کرنا ممکن ہے؟

ثالثاً: کسی بھی مذہب کے ماننے والوں میں ایک طبقہ ایسا بھی ضرور ہوتا ہے جو محض اپنے ذاتی مفادات کی خاطر اس مذہب سے منسلک ہوتا ہے اوراسے اس مذہب کے حق یا باطل ہونے سے کوئی سروکار

نہیں ہوتا اور ایسا طبقہ عام طور پر مذہبی پیشوا کا ہوتا ہے یا مالداروں کا ہوتا ہے اور ان دونوں ہی طبقوں کا اپنے عوام پر گہرا اثر رسوخ ہوتا ہے پس عوام الناس کو اس اندھی عقیدت کے سحر سے آزاد کرانے کیلئے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے ،تو کیا تبلیغی جماعت کے ارکین جو خود اپنے بزرگوں کی اندھی عقیدت میں مبتلا ہیں کسی دوسرے کو اندھی عقیدت ترک کرنے کا مشورہ اور دلیل دے سکتے ہیں؟

تبلیغی جماعت کے اراکین جس مسجد میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہوتے ہیں وہاں سے تھوڑی دیر کیلئے گشت پر نکلتے ہیں اور باہر بیٹھے ہوئے لوگوں کو مسجد میں آنے کی دعوت دیتے ہیں لیکن نماز پڑھنے کیلئے نہیں بلکہ یہ کہنے کیلئے کہ یہاں جماعت آئی ہوئی ہے بیان ہوگا آپ لوگ تشریف لائیں پھر مسجد میں وہی لوگ آتے ہیں جو پہلے سے نمازی ہوتے ہیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہوتا جو گشت میں دیئے گئے بلاوے پر مسجد میں آیا ہو البتہ مسجد میں آئے ہوئے نمازیوں میں سے جو کوئی انکے جال میں پھنس جاتا ہے اسے یہ فضائل اعمال کا دفتر کھول کر سناتے اور آخر میں خروج کی دعوت دیتے ہیں چناچہ ابتداء میں نیا شکار بے چارہ شرما حضوری میں انکے ساتھ سہ روزہ پر چل دیتا ہے جس کے بعد یہ کہانی چل نکلتی ہے اس اعتبار سے زکریا صاحب کے اس دعویٰ میں بھی زیادہ صداقت نہیں کہ اس تبلیغ کی وجہ سے لاکھوں لوگ نمازی بن گئے البتہ یہ ضرور ہے کہ اس جماعت میں شامل ہونے کے سبب بے قاعدہ نمازی باقاعدہ نمازی بن گئے اور بہت سے کلین شیو افراد نے داڑھی رکھ لی اور بہت سے برے اعمال کو ترک کر دیا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس قیمت پر؟ معلوم ہونا چاہیے کہ عقائد کی بربادی کی قیمت پر یہ سودا ہرگز سستا نہیں ہے، کیونکہ اگر کوئی شخص بدعمل ہے مگر بدعقیدہ اور بدعتی نہیں تو وہ اس شخص سے یقیناً بہتر ہے جو بظاہر اچھے اعمال کر رہا ہے مگر بدعقیدہ ہے اور بدعتی طریقہ پر ہے۔

تبلیغی جماعت کی دعوت وتبلیغ سے کوئی کافر مسلمان ہو یا نہ اور کوئی بے نمازی بنے یا نہیں لیکن اس تبلیغ سے ایک سیدھا سادھا موحد مسلمان مشرک اور صوفی ضرور بن جاتا ہے اور پھر صوفیاء کے منطق وفلسفہ کے جال میں اور جھوٹے اجروثواب کے دام فریب میں ایسا گرفتار ہوتا ہے کہ دعوت حق دینے والوں اور صوفیاء پر تنقید کرنے والوں کو اپنا دین اسلام کا جانی دشمن اور متعصب سمجھنے لگتا ہے اور اہل علم کی نصیحت ماننا تو دور کی

بات سننے کا بھی روادار نہیں رہتا، کیونکہ جب وہ جماعت کے ساتھ چلے پر نکلتا ہے اور دن میں دو تین مرتبہ فضائل اعمال پڑھتا یا سنتا ہے جس میں انبیاء اور بزرگوں کی قبروں سے روٹی ملنے یا قرض ادا کرنے کیلئے پیسوں کی وصولی کا تذکرہ ہوتا ہے یا قبر سے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک کا مصافحہ کیلئے نکلنا مذکور ہوتا ہے تو وہ ان جھوٹی کرامتوں اور بے بنیاد حکایات کو سچ سمجھ کر گمراہ ہو جاتا ہے پھر وہ اپنے اس بدعتی عقیدہ پر اتنا پکا ہو جاتا ہے کہ کسی بھی قرآن وحدیث کی دلیل سے واپس نہیں پلٹتا نیز تبلیغی جماعت کے اکابرین نے اپنے اراکین کو اس بات کا پابند کر رکھا ہے کہ وہ فضائل اعمال کے علاوہ کوئی دوسری کتاب اپنے اجتماع میں ہرگز نہ پڑھیں تو پھر ہمیں بتایا جائے کہ اس فضائل اعمال میں آخر ایسا کونسا باب ہے جس کو سن کر کوئی غیر مسلم ایمان لے آئے کیا آج تک کوئی شخص محض فضائل سننے سے مسلمان ہوا ہے؟ اگر ایسا ممکن ہوتا تو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کو کبھی تلوار اٹھانے کی ضرورت نہیں پڑتی، پس کسی بھی شخص کا فضائل اعمال سن کر ایمان لے آنا یا کسی مسلمان کا فضائل اعمال سن کر موحد اور متبع سنت بن جانا قطعی طور پر ناممکن ہے البتہ آدھا تیتر آدھا بٹیر بن جانا ممکن ہے یعنی بعض ظاہری اعمال کا درست ہو جاتا اور اندر سے عقیدہ کا برباد ہو جانا یا پہلے سے ہی خرافی اور بدعتی عقیدہ لے کر تبلیغ میں آنا اور فضائل اعمال سے اپنے اس خرافی اور بدعتی عقیدہ کو مزید تقویت پہنچانا اور ساری زندگی تبلیغی جماعت کا رکن بنے رہنا اور ان ہی غلط عقائد کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جانا۔

تبلیغی جماعت کے طریقہ کار اور نصاب کو دیکھ کر ہم وثوق سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ بھی اسی قسم کا طریقہ یعنی عقائد کے بجائے فضائل کی تبلیغ کا طریقہ اختیار کرتے اور قرآن کے بجائے فضائل اعمال جیسی کوئی کتاب کافروں کے سامنے پیش کرتے تو کوئی ایک شخص بھی کافر نہ رہتا سب کے سب مسلمان ہو جاتے کیونکہ فضائل اعمال کو اختیار کر کے ہر شخص اپنے سابق دین پر بھی برقرار رہتا ہے اور اسے صرف ہی مسلم نہیں بلکہ مؤمن اور ولی اللہ ہونے کا سرٹیفکٹ بھی مل جاتا ہے۔

تبلیغی جماعت اپنی تبلیغ پر جہاد کی آیات اور احادیث کا اطلاق کیوں کرتی ہے اسکا دفاع کرتے ہوئے زکریا صاحب نے بعض احادیث کا تذکرہ کیا ہے جن کا مفہوم یہ ہے کہ نفس کا جہاد اکبر جہاد ہے، اب قطع نظر اسکے کہ ان احادیث کا کیا درجہ ہے اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ نفس کا جہاد ہی بڑا جہاد ہے تب بھی ایک

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اگر کسی ملک پر دشمن حملہ کردے اور ملک پر قبضہ کرنا چاہے تو کیا ایسی صورت میں بھی نفس کا جہاد ہی افضل رہے گا؟ اور وہاں کے مسلمان ہاتھ پر ہاتھ دھرے نفس کا جہاد کرتے رہیں گے یا دشمن سے مقابلہ کریں گے صاف ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں تلوار کا جہاد افضل ہوگا کیونکہ اگر ملک بچ گیا تو نفس کا جہاد جاری رکھا جاسکتا ہے ورنہ عین ممکن ہے کہ دشمن قبضہ کرنے کے بعد اہل اسلام اور مسلمانوں کو ہر قسم کی عبادت اور احکامات پر عمل کرنے سے روکدے ایسی صورت میں شعائر اسلامیہ پر عمل کس طرح ممکن ہوگا اسکی مثال افغانستان کا جہاد ہے جہاں روس نے قبضہ کیا اور اس ملک کو اپنے کمیونسٹ ملک میں ضم کرنے کی کوشش کی جہاں مسلمانوں پر نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے تک کی پابندی تھی چنانچہ افغانستان کے مسلمان اور دیگر اسلامی ممالک کے مجاہدین روسی فوج سے ٹکر لینے میں مصروف ہوگئے لیکن ایسی حالت میں بھی تبلیغی جماعت کے اہل کاران مجاہدین کو جہاد چھوڑ کر چلے پر نکل کر نفس کا جہاد کرنے کی ترغیبات دے رہے تھے، تو کیا ایسے حالات میں بھی نفس کا جہاد ملک کی آزادی کے جہاد سے افضل ہے، ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی ذی شعور مسلمان اس موقعہ پر بھی نفس کے جہاد کو افضل کہے لیکن تبلیغی جماعت کے اراکین اس وقت بھی چلہ کشی کو تلوار کے جہاد سے افضل کہہ رہے تھے اسی طرح جس وقت پورے ہندوستان کے مسلمان انگریز کو ملک سے نکالنے کیلئے جدوجہد کررہے تھے اور جان کی قربانیاں پیش کررہے تھے اس تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی گئی اور اس جماعت کے اکابرین نے نفس کے جہاد کو ملک سے انگریز کے نکالنے کو ترجیح دی تھی۔

مذید برآں نفس کے جہاد کو اکبر جہاد قرار دینے کیلئے زکریا صاحب نے جس حدیث کو نقل کیا ہے اسکی کوئی اصل نہیں یہ حدیث قطعی طور پر بے بنیاد اور تمام محدثین کے نزدیک باطل ہے، اسکے بعد زکریا صاحب نے جو جہاد کے چندہ والی حدیث نقل کی ہے اس میں ''سبیل اللہ'' کے لفظ سے استدلال کرتے ہوئے تبلیغی اسفار اور مدرسہ کے چندہ کو بھی اس میں داخل کیا ہے، اس ضمن میں عرض ہے کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ کی ہے اور اسکی سند ضعیف ہے کیونکہ اسمیں ایک راوی خلیل بن عبداللہ مجہول ہے لیکن بالفرض اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لیں تب بھی زکریا صاحب کا اس حدیث سے اس قسم کا استدلال درست نہیں کیونکہ محدثین میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو تبلیغی سفروں یا مدرسہ کا چندہ جمع کرنے کے باب میں نقل نہیں کیا ہے بلکہ جہاد بالقتال

کے ابواب میں نقل کیا ہے اور محدثین کی کتابوں میں جہاد سے مراد تلوار کا جہاد ہوتا ہے، اسلئے زکریا صاحب کا یہ کہنا کہ ''یہ حدیث تبلیغی اسفار اور مدرسہ کے چندہ کو بھی شامل ہے'' محض غلط بیانی اور دھوکا ہے کیونکہ کسی بھی محدث نے اس حدیث کو تعلیم وتعلم یا تبلیغ دین کے باب میں نقل نہیں کیا، اگر اس سے تبلیغی اسفار اور تعلیم وتعلم بھی مراد ہوتے تو یقیناً اس قسم کی احادیث کو اس قسم کے ابواب میں مکرر لایا جاتا، پس ثابت ہوا کہ تبلیغی جماعت کے اکابرین اپنے سیدھے سادھے عوام کو قرآن وحدیث کے غلط استدلال سے سبز باغ دکھا رہے ہیں اور گمراہ کر رہے ہیں اور یہ لاعلم تبلیغی اراکین اس قسم کی احادیث کو سنتے سنتے اس سرزمین پر اپنے آپ کو فرشتوں کی جماعت تصور کرنے لگے ہیں اور اپنے عمل کے آگے کسی غیر تبلیغی کے عمل انتہائی حقیر سمجھتے ہیں، اللہ تعالٰی اس قسم کی خوش فہمی سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے کیونکہ یہ ایک ایسی مصیبت ہے جو انسان گمراہی کی انتہاء تک پہنچا دیتی ہے۔

اشکال نمبر۲: ''مسلمانوں پر تبلیغ کیلئے خروج بدعت ہے''

زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ: جو کثرت سے خطوط بندہ کے پاس پہنچے ہیں وہ یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں یہ طریقہ نہیں تھا کہ مسلمانوں کیلئے جماعتیں بھیجی جائیں بلکہ سرایا اور جماعتیں کفار کیلئے بھیجی جاتی تھیں، مسلمانوں کے یہاں جماعتیں بھیجنے کا معمول نہیں تھا اسلئے یہ بدعت ہے، اس قسم کے اشکال میں بھی مجھے اہل علم کیطرف سے اس قسم کی کوئی بات پہنچتی ہے تو زیادہ حیرت ہوتی ہے جبکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر معمول بہ ہے اور پہلے مضمون سے یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ دین کی اشاعت کیلئے جو کوشش ہو وہ جہاد میں داخل ہے، پھر یہ کہنا کہ یہ طریقہ خاص حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا اول تو فی حد ذاتہ غلط ہے اور بطریق تسلیم مامور بہ کے حاصل کرنے کا جو مباح طریقہ ہو اسکے مامور بہ ہونے میں کیا تامل ہے ،کیا مدارس کا موجودہ طریقہ مدرسین کو اسباق کی تقسیم گھنٹوں کی پابندی سہ ماہی ششماہی اور سالانہ امتحانات وغیرہ جو اس زمانے میں ضروری ہیں اور ضروری سمجھے جا رہے ہیں کیا حضور ﷺ کے زمانے میں یہ سب تھے؟ کیا کتابوں کی تصانیف ان کی طباعت شروح وحواشی کے سارے مروجہ طریقے حضور اقدس ﷺ کے

زمانہ میں تھے؟ ایسے ہی ٹن کی نماز کہ جہاں گھنٹہ بجا خواہ امام ہو یا نہ ہو روزانہ کے مقتدی آ چکے ہوں یا نہیں فوراً نماز شروع ہو جاتی ہے، یہ حضورﷺ کے زمانے میں کہاں تھا؟ ایسے ہی کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ حضورﷺ کے زمانے میں توپ اور بندوق سے لڑائی نہیں تھی لہذا وہ تو بدعت ہے، تیروں سے جہاد ہونا چاہیے، ان امور میں سے کسی کو بھی کوئی بدعت نہیں کہتا اور اس سب کے بعد یہ کہنا غلط ہے کہ نبی کریمﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں کے پاس جماعتوں کے بھیجنے کا طریقہ نہیں تھا۔

تجزیہ وتعاقب:

جواباً عرض ہے کہ سوال اگر گندم ہو تو جواب چنا نہیں ہونا چاہیے یہاں زکریا صاحب سوال یہ ہے کیا نبی کریمﷺ کے زمانے میں اہل اسلام کی طرف تبلیغ کیلئے جاہلوں کو بھیجا جاتا تھا جماعتیں بھیجی جاتی تھیں یا تعلیم وتعلم کیلئے اہل علم صحابہ کو روانہ کیا جاتا تھا؟ اسی طرح اہل کفر کی طرف تبلیغ کیلئے ہاتھ میں لوٹا اور بغل میں بستر لئے ہوئے جماعتیں بھیجی جاتیں تھیں یا جہاد کیلئے ہاتھ میں تلوار اور سینے میں قرآن لئے ہوئے فوجی لشکر بھیجے جاتے تھے؟ یہاں مسلم ملکوں اور قوموں کی طرف معلمین بھیجنے کی بات نہیں بلکہ اصل اعتراض یہ ہے کہ کفار کے ملکوں میں تبلیغ کیلئے صحابہ کرام کبھی نہیں گئے اور مسلمانوں کی طرف بھی صرف اہل علم بلکہ فقہاء صحابہ ہی کو تعلیم کو تعلم کیلئے معمور کیا جاتا تھا پھر تبلیغی جماعت نے یہ کام کیوں جہلا کے حوالے کر دیا ہے؟ اسکا جواب زکریا صاحب صاف ہضم کر گئے اور بدعت کے مسئلہ پر بحث شروع کر دی کہ کیا بدعت ہے اور کیا نہیں نیز اس اقتباس کو پڑھنے کے بعد یقین نہیں آتا کہ یہ شیخ الحدیث صاحب کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں، کیا مباح اور بدعت کی تعریف بھی شیخ الحدیث صاحب کو ہمیں سمجھانی پڑے گی یا یہ سب انھوں نے محض عوام الناس کو دھوکا دینے کیلئے تحریر فرمایا ہے؟ جیسا کہ زکریا صاحب نے تحریر فرمایا کہ'' بطریق تسلیم مامور بہ کے حاصل کرنے کا جو مباح طریقہ ہو اسکے مامور بہ ہونے میں کیا تامل ہے'' ہمیں یقیناً کوئی تامل نہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا تبلیغی جماعت کے اکابرین تبلیغی جماعت کے موجودہ طریقہ کار کو مباح قرار دینے کے لئے تیار ہیں کیونکہ مباح وہ عمل ہوتا ہے جس کے کرنے کا کوئی ثواب نہیں اور چھوڑنے کا کوئی گناہ نہیں اس اعتبار سے

تبلیغی جماعت میں جولوگ کام کررہے ہیں ان کواسکا کوئی ثواب حاصل نہ ہوا اور جولوگ تبلیغی جماعت میں شامل نہیں ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جبکہ اس کے برخلاف تبلیغی جماعت کے لوگ اسے فرض باور کراتے ہیں اور زکریا صاحب نے آگے چل کر کچھ حوالے دیئے ہیں کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں میں تعلیم دینے کیلئے معلم روانہ کئے اسے تسلیم کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہیں تاہم جاننا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ معلم صرف ان مسلمانوں کی طرف بھیجے تھے جو اسلام میں نئے داخل ہوئے تھے اور انکو دینی معلومات نہیں تھیں اسلئے نبی کریم ﷺ نے دین کے ارکان واجبات اور فرائض کی تعلیم کیلئے یہ معلم مختلف علاقوں میں روانہ کئے تھے جبکہ تبلیغی جماعت والے اپنے جاہل مبلغین کو بھیجتے ہیں جو خود دین اسلام کی کوئی واقفیت نہیں رکھتے تو وہ دوسروں کو کیا سکھائیں گے؟ نیز یہ مبلغین صرف تبلیغی نصاب یعنی فضائل اعمال پڑھنے کے مجاز ہوتے ہیں ان کو کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کی اجازت بھی نہیں ہوتی خواہ وہ قرآن کی کوئی تفسیر یا صحیح بخاری بھی کیوں نہ ہو، گویا کہ تبلیغ صرف اورصرف فضائل اعمال کی ہوتی ہے اسی کو بار بار پڑھکر لوگوں کو سنایا جاتا ہے اواس کتاب کے اندر جو بدعات اور خرافات ہیں ان کی دین سمجھ کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا جاتا ہے اور اس عمل کو تبلیغی جماعت ہجرت وجہاد سے افضل کہتی ہے اور اس مقصد کیلئے جو سفر کئے جاتے ہیں ان میں ایک درھم کا ثواب سات لاکھ بتایا جاتا ہے۔

تبلیغی جماعت کے اکابرین جاہل اوران پڑھ مبلغین کی جماعتیں بنا کر اگر صرف دروافتادہ اور پسماندہ علاقوں میں ہی بھیجتے ہوتے جہاں کوئی عالم موجود نہیں ہوتو پھر بھی ہم صبر کر لیتے کہ چلو اگر بہت سی غلط باتیں پہنچتی ہیں تو ایک آدھ صحیح بات بھی اس جماعت کے توسط سے لوگ تک پہنچ جاتی ہوگی مگر افسوس کہ یہ جماعتیں تو بلا استثناء ہر علاقے میں باقاعدگی سے روانہ کی جاتی ہیں بلکہ خاص طور پر بڑے شہروں کی ان مساجد میں اہتمام کے ساتھ بھیجی جاتی ہیں جہاں پہلے ہی سے مسجد میں علماء موجود ہوتے ہیں اور جو باقاعدگی سے لوگوں کو قرآن وحدیث کا درس دے رہے ہوتے ہیں لیکن یہ جاہل مبلیغین جب مسجد میں ڈیرہ ڈالدیتے ہیں تو پھر ایک عالم کے مقابلے میں خود درس دینے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ ان کا درس صرف فضائل اعمال کی قرأت پر مبنی ہوتا ہے جس میں اکثر وبیشتر جھوٹے قصے کہانیاں ہیں اور یہاں تک بھی دیکھا گیا ہے کہ

بسا اوقات یہ لوگ کسی مسجد کے عالم اور امام کے قرآن وحدیث کے درس کو چھوڑ کر اپنا علیحدہ حلقہ بنا لیتے ہیں اور لوگوں کو اپنے حلقہ میں شامل ہونے کی رغبت دلاتے ہیں جو یقینی طور پر ایک بیہودہ حرکت ہے تبلیغی جماعت کی جانب سے اس قسم کی حرکات سے صاف ظاہر ہے کہ اس جماعت کا مقصد اسلام کی نشاۃ ثانیہ نہیں بلکہ اپنے اکابرین کے دین یعنی صوفیت کا فروغ ہے اور زہد وتقویٰ کی آڑ میں مسلمانوں کو رہبانیت کی راہ پر ڈالنا ہے اور خانقاہیت کی مسیحی بدعت کو اسلام اور اہل اسلام میں داخل کرنا ہے اور اس کام میں اس جماعت کے مددگار تمام بے حمیت اور بے دین مسلم اور غیر مسلم حکمران ہیں جن کے بھرپور تعاون سے اس جماعت کو ساری دنیا کی مساجد میں جہاں کسی عالم کو بھی بلا اجازت تقریر کی آزادی نہیں مگر اس جماعت کے جاہل مبلغین کو کھلی چھٹی حاصل ہے کہ جو شرک اور بدعت چاہیں مساجد کے ذریعہ دنیا بھر کے مسلمانوں میں پھیلاتے رہیں۔

اشکال نمبر۳: ''تبلیغی جماعت کے نزدیک تعلیم کی اہمیت نہیں ہے''

زکریا صاحب نے لکھا ہے کہ: یہ اعتراض بھی بکثرت کانوں میں پہنچتا رہتا ہے کہ (تبلیغی جماعت کی طرف سے) تعلیم اور خانقاہوں کو بے کار بتایا جاتا ہے میرا خیال ہے کہ یہ اشکال یا تو عناد سے ذکر کیا جاتا ہے یا حالات سے ناواقفیت کی بنا پر، تبلیغ کے تو اصول موضوعہ کے درمیان میں جو اس کے چھ نمبر معروف ہیں اور بالکل بنیادی ہیں اسمیں علم وذکر مستقل نمبر ہے اسکے علاوہ بانی تحریک حضرت دہلوی اور انکے خلف الرشید مولانا محمد یوسف صاحب کے کلاموں میں انکی تقریروں میں اکے ملفوظات میں علم وذکر پر جتنا زور ہے اتنا شاید اور کسی جزو پر نہ ہوگا۔

تجزیہ وتعاقب:

زکریا صاحب کے بقول تعلیم کو کسی نے بیکار نہیں بتایا لیکن سوال یہ ہے کہ اس تعلیم سے مراد کیا ہے؟ جس تعلیم پر بانی جماعت مولانا الیاس صاحب نے زور دیا ہے کیا وہ تعلیم دینی مدارس میں حاصل کی جا سکتی ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ نہیں کیونکہ مدارس دینیہ میں عربی صرف نحو پڑھائی جاتی ہے، اصول تفسیر اور اصول حدیث پڑھائے جاتے ہیں اور قرآن کی تفسیر اور احادیث کی مستند کتب کو بطور نصاب پڑھایا جاتا ہے جبکہ تبلیغی

جماعت کے ارکین کا اس پر عمل ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھکر انہیں اسکی اجازت ہی نہیں ہے اس اعتبار سے جس کسی نے بھی یہ اعتراض واشکال پیش کیا ہے کہ تبلیغی جماعت تعلیم کے خلاف ہے بالکل صحیح ہے کیونکہ یہ جماعت تو مدارس کی تعلیم پر ایمان ویقین ہی نہیں رکھتی جیسا کہ تبلیغی جماعت میں ایک عرصہ گزارنے والے بزرگ تابش مہدی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

﴿تبلیغی جماعت کے تمام چھوٹے بڑے کارکنان اپنی تقریروں اور نجی گفتگو میں علم اور علماء کی طرف سے تنفر پیدا کرنیوالی باتیں کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ مدرسوں سے کچھ نہیں ہوتا، ڈگریوں سے کچھ نہیں ہوتا، مکتبی علم تو گمراہی کا سبب ہوتا ہے ان کے ذریعہ دین نہیں پھیلے گا، مدرسوں میں بیٹھ کر قال اللہ وقال الرسول کا درس دینے اور اداروں میں بیٹھ کر موٹی موٹی کتابیں لکھنے سے دین نہیں پھیلتا، دین تو بس گھر بار چھوڑ کر زندگی میں کم از کم تین چلے، سال میں ایک چلہ اور مہینے میں چار دن لگانے سے پھیلتا ہے، یہی انبیاء اور سلف صالحین کا عمل رہا ہے، حضرت مولانا ابولوفاء شاہجہان پوری نے یہ واقعہ کئی بار مجلسوں میں بڑے تأسف کے ساتھ سنایا کہ ایک بار جماعت تبلیغ دارالعلوم دیوبند پہنچی وہاں دارالعلوم کی مسجد میں قیام کیا اور وہیں سے گشت کا پروگرام بنایا سب سے پہلے ایک جماعت منصوبے کے مطابق دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولانا فخر الدین صاحب کے پاس پہنچی مولانا درس بخاری میں مشغول تھے ان میں سے دو افراد نے بڑھکر شیخ کو دونوں طرف سے پکڑ لیا اور کہا حضرت اٹھئے زندگی کا آخری وقت ہے اب کچھ دین کا کام کر لیجئے کتابوں میں ساری عمر لگا دی ☆تبلیغی جماعت اپنے بانی کے ملفوظات کے آئینہ میں صفحہ ۲۸﴾

یہی سوچ اور طرز عمل تبلیغی جماعت کا آج بھی ہر مسجد کے امام اور مدرسہ کے عالم کے ساتھ ہے اسی لئے اس جماعت کے انگوٹھا چھاپ اوران پڑھ مبلغین حضرات علماء کو بھی اپنے ساتھ خروج کی دعوت دیتے پھرتے ہیں کیونکہ اس وقت انکے خیال میں دین کا کام صرف یہی جماعت کر رہی ہے اور جو لوگ بھی خواہ وہ عالم بھی کیوں نہ ہوں اگر اس جماعت کے ساتھ خروج نہیں کرتے تو انکا علم اور انکی طرف سے دین کیلئے کی

جانے والی ہر خدمت بیکار اور عبث ہے، اس اعتبار سے زکریا صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ تبلیغی جماعت تعلیم کے خلاف نہیں کیونکہ دینی تعلیم کی اصطلاح کا اطلاق محض فضائل کی تعلیم پر نہیں ہوتا پھر اسکے ساتھ ہی زکریا صاحب نے تبلیغی جماعت والوں کی طرف سے خانقاہوں کو بے کار بتائے جانے کا بھی رد فرمایا ہے اس ضمن میں عرض ہے کہ ہم کتاب کے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر روشنی ڈال چکے ہیں اور ہماری تحقیق کے مطابق تبلیغی جماعت قائم ہی خانقاہیت کی ترویج کیلئے ہوئی ہے چنانچہ یہ جماعت خانقاہیت کے خلاف تو ہو ہی نہیں سکتی یعنی زکریا صاحب کا یہ کہنا درست ہے کہ تبلیغی جماعت خانقاہیت کے خلاف نہیں ہے اور خانقاہیت اسلام نہیں ہے اسلئے کہ دین اسلام میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر کیلئے مساجد بنائی جاتی ہیں خانقاہیں نہیں نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں جا کر سب سے پہلے مسجد تعمیر کی اور اسمیں جمعہ و جماعت اور ذکر اللہ کا اہتمام فرمایا اسی طرح تعلیم و تربیت کیلئے صفہ کے مقام کو مختص کر کے ایک مدرسہ بھی قائم فرما دیا لیکن آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین یا صحابہ کرام نے کبھی کوئی خانقاہ تعمیر نہیں فرمائی نیز یہ بات بھی محقق ہے کہ خانقاہ کا لفظ غیر مسلموں کی عبادت گاہ پر استعمال ہوا ہے اور اہل لغت اسکا اطلاق مزارت پر بھی کرتے ہیں جہاں کفر و شرک کے اعمال کئے جاتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ یہ جماعت علم کے میدان میں صفر ہے کیونکہ علم صوفیاء کے نزدیک انوار الٰہیہ اور کشوف غیبیہ کے آگے سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور خانقاہیت اس جماعت کا شعار ہے تو پھر ایک ایسی جماعت دین کا کام کرنے کی کس طرح اہل ہو سکتی ہے، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اپنے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

﴿پندار ''خود بینی'' ہوتی ہے اور پندار میں حجاب ہے چونکہ علم میں زیادہ پندار ہے اسلئے ''العلم الحجاب الاکبر'' یعنی حقائق کے سامنے علم سب سے بڑا پردہ ہے کہا گیا ہے ☆ شمائم امدادیہ صفحہ ۵۴﴾

یہاں اشرف علی تھانوی صاحب کے پیر صاحب نے کشوف غیبیہ کے آگے پندار کو حجاب الاکبر کہا ہے یعنی بڑی رکاوٹ اور بریکٹ میں اشرف علی تھانوی صاحب نے پندار کا معنی خود بینی کیا ہے حالانکہ یہ غلط

ہے کیونکہ ''پندار'' فارسی کا لفظ ہے اسکا معنی ہے جاننا یا کسی چیز کا معلوم ہونا لہذا اس سے مراد تعلیم و تعلم ہے اسی لئے حاجی صاحب نے فرمایا چونکہ علم میں پندار زیادہ ہے اسلئے علم حجاب اکبر ہے یعنی مدرسہ کا علم اور بذریعہ کشف حاصل ہونے والا علم ایک دوسرے سے باہم متصادم ہوتے ہیں اس لئے صوفیاء کے نزدیک ان میں سے ہر ایک دوسرے کی راہ کی روکاوٹ ہے اور تبلیغی جماعت کے اکابرین بذریعہ کشف حاصل ہونیوالے علم کے دعویدار ہیں جیسا کہ مولانا محمد منظور نعمانی مولانا الیاس صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

﴿حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی خدمت میں جب حاضری نصیب ہوئی تو محسوس ہوا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علم عطاء ہوا ہے جو مدرسہ اور کتب خانہ کا علم نہیں ہے اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی تقریروں میں بھی صاف محسوس ہوتا تھا کہ وہی علم انکو بھی عطاء ہوا ہے اور قوت بیان مزید برآں ہے ☆ تذکرہ حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی ص ۳۱﴾

اسلئے عبدالرحمٰن عبدالخالق نے الفکر الصوفی صفحہ ۳۰۴ میں لکھا ہے کہ ''یہ اہل کشف اکثر ان پڑھ ہوتے ہیں عبدالعزیز الدباغ یعنی چمڑہ رنگنے والا اور عبدالوہاب الشعرانی الخواص امی یعنی ان پڑھ تھے'' اسی کی تائید زکریا صاحب کی تحریروں میں بھی ملتی ہے جیسا کہ فضائل اعمال میں لکھا ہے کہ:

﴿ابدال میں سے ایک شخص نے حضرت خضر سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے سے زیادہ مرتبہ والا کوئی ولی بھی دیکھا ہے، فرمانے لگے ہاں دیکھا ہے میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حاضر تھا میں نے امام عبدالرزاقؒ محدث کو دیکھا کہ وہ احادیث سنا رہے ہیں اور مجمع انکے پاس حدیث سن رہا ہے اور مسجد کے ایک کونے میں ایک جوان گھٹنوں پر سر رکھے علیحدہ بیٹھا ہے میں نے اس جوان سے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ مجمع حضور اقدس ﷺ کی حدیثیں سن رہا ہے تم انکے ساتھ شریک نہیں ہوتے؟ اس جوان نے نہ تو سر اٹھایا نہ میری طرف التفات کیا اور کہنے لگا کہ اس جگہ وہ لوگ ہیں جو رزاق کے عبد سے حدیثیں سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو خود رزاق سے سنتے ہیں نہ کہ اس کے عبد

سے حضرت خضر نے فرمایا کہ اگر تمہارا کہنا صحیح ہے تو بتاؤ میں کون ہوں اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ اگر فراست صحیح ہے تو آپ خضر ہیں حضرت خضر فرماتے ہیں کہ اس سے میں نے جانا کہ اللہ جل شانہ کے بعض ولی ایسے بھی ہیں جنکو علو مرتبہ کی وجہ سے میں نہیں پہچانتا ☆ فضائل حج ص ۱۲۸،۱۲۹ ﴾

یہ واقعہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ صوفیاء کے نزدیک مکتب و مدرسہ کا علم مفید نہیں بلکہ ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کیلئے کتابی علم سے دور رہنا اشد ضروری ہے کیونکہ بقول اشرف علی صاحب تھانوی اس میں خود بینی اور تکبر ہے جو ولایت کی منازل کے حصول میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے اسلئے زکریا صاحب کا یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ تبلیغی جماعت تعلیم و تعلم کے خلاف نہیں ہے اسکا منہ بولتا ثبوت یہ حکایت ہے جو زکریا صاحب فضائل اعمال میں لائے ہیں، لکھا ہے کہ:

﴿ سید علی بن میمونؒ کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک متجر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مشاغل درس و تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ کچھ دنوں بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں سید صاحب نے اسکو بھی منع کر دیا تو پھر پوچھنا ہی کیا، سید صاحب پر زندیقی اور بد دینی کا الزام لگنے لگا لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سید صاحب نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو کلام پاک کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے ☆ فضائل ذکر فصل سوم ص ۸۰ ﴾

اس حکایت سے تبلیغی جماعت کی تعلیم کی قلعی کھل گئی کہ قرآن پاک کے علوم و معارف کتب تفاسیر کے پڑھنے پڑھانے اور اہل علم کے پاس بیٹھ کر سیکھنے سے نہیں آتے بلکہ ذکر کی ضربیں اور خانقاہوں میں چلے

لگانے سے آتے ہیں خواہ یہ چلے لگانیوالے لغت عرب سے بھی ناواقف اور جاہل کیوں نہ ہوں گویا زکریا صاحب کی نقل کردہ اس حکایت کے مطابق جتنی احادیث کی شرحیں، کتب تفاسیر اور لغت کی کتابیں موجود ہیں وہ محض کاغذ کا ڈھیر ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے نصاب یعنی فضائل اعمال میں جو بھی خرافات موجود ہیں وہ اپنی جگہ پر لیکن یہ مندرجہ بالا حکایت جو ہم نے یہاں نقل کی ہے اس میں وہ عقیدہ بیان ہوا ہے جو روئے زمین سے دین اسلام کو مٹا دینے کیلئے کافی ہے کیونکہ اس سے قبل بھی انبیاء کرام کے لائے ہوئے دین کو سب سے زیادہ نقصان اسی باطنی علم کے عقیدہ سے پہنچا ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر ہونے کے دعویدار آج دنیا میں شاید سب سے زیادہ ہیں لیکن عیسیٰ علیہ السلام کا دین آج اس روئے زمین پر کہیں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا، یہی مثال تبلیغی جماعت کی ہے جس کے ارکین کی ساری محنت کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ ہر ممکن صورت اختیار کر کے تبلیغی جماعت کے ارکین کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور اسی چیز کو اس جماعت کے لوگ آج بڑے فخر سے بیان کرنے لگے ہیں کہ فلاں جگہ اتنے لاکھ کا اجتماع ہوا اور فلاں مقام پر اتنے کروڑ کا مجمع اکھٹا ہوا لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ کسی جماعت یا دین کے ارکین کی تعداد بڑھنے سے اس دین کو فائدہ ہونا کوئی ضروری اور لازمی چیز نہیں ہے بلکہ کسی بدعتی اور بدعقیدہ کے دین میں شامل ہونے سے دین کو کسی قسم کا کوئی فائدہ حاصل ہونے کے بجائے اکثر الٹا نقصان ہی ہوتا ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی ہم نے مثال بیان کی کہ جب تک ان کے دین کے ماننے والے بہت قلیل تعداد میں تھے ان کا دین زندہ تھا لیکن جب سنیٹ پال نے عیسائی دین میں داخل ہو کر دین کو عقائد اور مسائل کے بجائے صرف فضائل میں محصور کر دیا اور ان ہی فضائل کی تبلیغ دن رات کی جانے لگی تو دیکھتے ہی دیکھتے عیسائی مذہب دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا لیکن عقائد اور مسائل سے صرف نظر کرنے کے باعث یہ مذہب جس کے ماننے والوں کی تعداد کثیر تھی صرف برائے نام باقی رہ گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کا اصل دین روئے زمین سے نیست و نابود ہو کر رہ گیا اور نبی کریم ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق اسلام پر بھی ایک ایسا وقت آئے گا جب اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کا صرف رسم الخط باقی رہ جائے گا یعنی ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بھی جاہل ہونگے اور قرآن پڑھنے والے بہت ہوں

کے لیکن قرآن کو سمجھنے والا شاذ ہی کوئی ہوگا اور تبلیغی جماعت کی روز بروز بڑھتی ہوئی تعداد سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ وہ زمانہ جس کی نبی کریم ﷺ نے اطلاع دی تھی وہ بہت قریب ہے کیونکہ تبلیغی جماعت کا منشور یہی ہے لوگوں کو صحیح عقائد اور قرآن کی تعلیم سے جاہل رکھ کر تبلیغ دین کے کام میں دن رات لگائے رکھنا اور سونے پر سہاگہ یہ کہ انہیں شرکیہ اور بدعتی عقائد پر مشتمل فضائل اعمال صبح شام پڑھاتے رہنا چنانچہ ہم یہ بات دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اگر انبیاء کرام بھی ایک کتاب فضائل اعمال جیسی تیار کرکے اپنی اپنی امتوں کے سامنے پیش کردیتے تو کوئی ایک شخص بھی کافر نہ رہتا اور تبلیغی جماعت کی طرز پر وحدت ادیان کا تصور پیش کرتے جس میں صرف ایک اللہ کی عبادت کے بجائے اپنے اپنے غوث اور قطب اور ابدال بنانے کی ترغیب ہوتی اور ایک رسول کی اطاعت کے بجائے سب کو اپنے اپنے کنویں کا پانی پینے کی تعلیم ہوتی تو کوئی ایک شخص بھی اپنے آپ کو مسلمان کہلانے سے انکار نہ کرتا جیسا کہ زکریا صاحب اسی کتاب میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

﴿اگر کئی مشائخ کے متوسلین ایک جماعت میں ہوں تو ہر ایک اپنے اپنے شیخ کے بتائے ہوئے طریقہ پر ذکر کرے ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۱۸۲﴾

اور ایک دوسرے مقام پر زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿فضائل کے ذریعہ دین کا پیاسا بنانا ہے، جب پیاسا بن کا پانی مانگے یعنی مسائل پوچھے تو کہدے کہ اپنے اپنے کنویں سے پیو، یعنی حنفی حنفی علماء سے پوچھے، شافعی شافعی علماء سے پوچھے، اہلحدیث اپنے علماء سے پوچھے یوں سب جڑ کر چل سکتے ہیں ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۱۰۶﴾

زکریا صاحب نے اپنے اس بیان میں جہاں فقہی مذاہب کے ماننے والوں سے کہا ہے کہ وہ اپنے اپنے مذہب پر عمل کریں وہاں انہوں نے پیری مریدی والوں سے یہ بھی کہا ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے پیر کے بتائے ہوئے طریقہ پر ذکر کرے اور اپنے پیر سے وابستہ رہے اسی طرح یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ تبلیغی جماعت نہی عن منکر کی قائل نہیں یعنی کسی بدعتی یا بدعقیدہ شخص کی بدعت یا بدعقیدگی کی تردید کرنے کی بھی قائل نہیں اسی طرح جہاد بالسیف بھی اس جماعت کے لائحہ عمل سے قطعی طور خارج ہے یعنی ہر کافر اور مشرک کیلئے

اس جماعت کی طرف سے ہمیشہ کی سلامتی اورامن کی ضمانت ہے اس اعتبار سے زکریا صاحب کا یہ دعویٰ کہ تبلیغی جماعت علم اورذکر پر بہت زور دیتی ہے محض دھوکا اورفریب ہے کیونکہ وہ ''علم''علم دین نہیں جسمیں باطل ادیان ومذاہب کی نفی کے بجائے صرف فضائل کی تعلیم ہواوروہ ''ذکر'' ذکرنہیں جواللہ کے رسول ﷺ کا بیان کردہ ہونے کے بجائے اپنے اپنے بزرگوں اور پیروں کا بتایا ہوا ہو۔

پس قرآئن وشواہداسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کی تاسیس وقیام کا اصل مقصد دین اسلام کی تبلیغ نہیں بلکہ وحدت ادیان کے اس خواب کوشرمندہ تعبیر کرنا ہے جو برسوں سے دشمنان اسلام دیکھ رہے ہیں اورجس کا ایک نمونہ مغل بادشاہ اکبر کے زمانے میں صوفیاء کے ہاتھوں ہندوستان کی سرزمین پر پیش ہوااورآج ان ہی صوفیاء کی جانشین موجودہ تبلیغی جماعت ہے۔

اشکال نمبر۴،۵: ''تبلیغی جماعت مدارس اورعلماء کی مخالف ہے''

ان اشکالات کے تحت زکریا صاحب نے تبلیغی جماعت کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تبلیغی جماعت مدارس کی نہیں بلکہ اپنے اجتماعات میں مدارس کیلئے چندہ جمع کرنے کی مخالفت کرتی ہے جس کوبعض لوگ مدارس کی مخالفت پرمحمول کرتے ہیں اوراہل علم کی اہانت ومخالفت کے ضمن میں زکریا صاحب نے لکھا ہے کہ'' جہاں تک علماء کی اہانت کا تعلق ہے تواس دورفساد میں کونسا طبقہ اورکونسی جماعت ایسی ہے جو علماء کی اہانت نہیں کررہی ہے اگر اسمیں سے کچھ لوگ تبلیغی جماعت میں شامل ہوجائیں تواس چیز کوتبلیغی جماعت کی طرف منسوب کرنا صریح ظلم ہے''

تجزیہ وتعاقب:

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں بھی زکریا صاحب نے اپنی عادت کے مطابق سچائی کوتسلیم کرنے کے بجائے ان اعتراضات پرملمع سازی کرکے اصل بات کوچھپانے کی ناکام کوشش کی ہے کیونکہ تبلیغی جماعت کواہل علم اورعلم کے مراکز یعنی مدارس کی توہین اورمخالفت کی تعلیم خود زکریا صاحب اوراپنے دیگر قائدین سے ورثہ میں ملی ہے اسلئے زکریا صاحب کا یہ کہنا محض فریب ہے کہ تبلیغی جماعت مدارس اورعلماء کی

مخالفت اوراہانت نہیں کرتی جیسا کہ زکریا صاحب خود مولانا الیاس صاحب کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

﴿دین کا اگر علم ہی نہ ہوتو اسلام اور ایمان محض رسمی اور اسمی ہے اور اللہ کے ذکر کے بغیر علم ہوتو وہ بھی سراسر ظلمت ہے ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ۱۴﴾

معلوم ہونا چاہیے کہ تبلیغی جماعت کے نزدیک علم کے مراکز مدارس ہیں جبکہ ذکر کے مراکز خانقاہیں ہیں اسی لئے زکریا صاحب اور تبلیغی جماعت کے دیگر قائدین اہل مدرسہ ہونے کے ساتھ ساتھ اہل خانقاہ ہونے کے بھی دعویدار ہیں جبکہ وہ اہل علم جو صرف اہل مدرسہ ہیں تبلیغی جماعت کے اکابرین کے نزدیک وہ اہل علم گمراہی اور ظلمت کا شکار ہیں اور زکریا صاحب کے ایک قول کے مطابق یہودی علماء کے مشابہ ہیں چناچہ زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ:

﴿دیکھو یہود اپنی شریعت اور آسمانی علوم کے کیسے عالم تھے کہ حضور اقدس ﷺ کے نائبوں کے نائبوں تک کے حلیے اور نقشے حتیٰ کہ ان کے جسم کے تل کے متعلق بھی ان کو علم تھا لیکن کیا ان باتوں کے صرف جاننے نے ان کو کوئی فائدہ دیا؟ ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ۱۵﴾

تبلیغی جماعت کے اکابرین کے عقیدہ کے مطابق اگر کوئی شخص عالم ہو، مفتی ہو اور مدرس بھی ہو لیکن ذکر کی ضربوں اور خانقاہوں کے طور طریقے سے ناواقف ہوتو وہ بھی قرآن وحدیث کے حقیقی معنی ومفاہیم سے جاہل اور ناواقف ہی ہوتا ہے جب تک کہ وہ ذکر کی منازل طے نہ کر لے مثال کے طور پر زکریا صاحب کی تحریر کردہ یہ حکایت ملاحظہ فرمائیے، لکھا ہے کہ:

﴿ سید علی بن میمونؒ کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مشاغل درس وتدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ کچھ دنوں بعد

سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں سید صاحب نے اسکو بھی منع کر دیا تو پھر پوچھنا ہی کیا، سید صاحب پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سید صاحب نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو کلام پاک کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے ☆ فضائل ذکر فصل سوم ص ٨٠ ☆

اس اعتبار سے تبلیغی جماعت پر وارد کئے جانے والے یہ اشکالات کہ تبلیغی جماعت اہل علم اور مدارس کی اہانت اور مخالفت کرتی ہے بالکل درست ہیں کیونکہ جب تبلیغی جماعت کے اکابرین ہی اس اہانت اور مخالفت پر کمربستہ ہیں تو اراکین جماعت کس طرح اس عمل سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

اشکال نمبر ٦: ''تبلیغ دین جاہلوں کا نہیں بلکہ علماء کا کام ہے''

زکریا صاحب اس اشکال کے ازالہ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں کہ تبلیغ جس کے معنی صرف پیام پہنچا دینے کے ہیں اور کوئی پیام کسی کے ہاتھ بھیج دینے کے واسطے اسکا عالم ہونا بالکل ضروری نہیں، جن اکابر کے کلام میں تبلیغ علماء کے ساتھ مخصوص ذکر کی گئی ہے وہ حقیقت میں تبلیغ کے لفظ کو عام سمجھ کر اسکا اطلاق کر دیا گیا ہے ورنہ نظام الدین کی تبلیغی جماعت پر یہ اشکال کہ تبلیغ علماء کا کام ہے جاہلوں کا نہیں بالکل وارد نہیں ہوتا اسلئے کہ انکی تبلیغ میں صرف چھ نمبر بتائے جاتے ہیں ان ہی کی مشق کرائی جاتی ہے اور ان ہی کو پیام کے طور پر لے جا کر شہر بہ شہر ملک در ملک بھیجا جاتا ہے ان کے اصول میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں یہ ہے کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہو۔

یہ بات کہ تبلیغ کیلئے عالم ہونا ضروری نہیں احادیث کثیرہ اور آثار صحابہ سے بہت کثرت سے ثابت ہے نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر متعدد اعلانات فرمائے جو کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں اور ان میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو حاضرین ہیں وہ غائبین کو میرا یہ پیام پہنچا دیں حالانکہ حجۃ الوداع میں سوا لاکھ کا مجمع تھا کیا سارے کے سارے عالم تھے۔

ایک دوسرے مقام پر زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ سارے اعتراضات صرف اسلئے پیدا ہوتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا کام وعظ ونصیحت سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہاں تبلیغ سے مراد ایک خاص نظام عمل ہے یعنی ایک خاص قسم کے دینی اور دعوتی ماحول میں، خاص اصولوں کے ساتھ، کچھ خاص اعمال واشتغال کی پابندی کرتے ہوئے، خاص پروگرام کے مطابق زندگی گذارنا جس سے ایمانی کیفیت میں ترقی ہو، دین سے تعلق اور واقفیت بڑھے، اعمال واخلاق کی کچھ اصلاح ہو اور دین کیلئے جانی ومالی قربانی کی عادت پڑے الغرض یہاں تبلیغ سے مراد یہی خاص عملی پروگرام ہے۔

تجزیہ وتعاقب:

یہاں زکریا صاحب نے وعظ وتبلیغ میں فرق کرنے کی کوشش کی ہے اور وعظ کو علماء کے ساتھ خاص کیا ہے جبکہ تبلیغ کو عام بتایا ہے اور کہا ہے کہ تبلیغ کے معنی ہوتے ہیں پیام کا پہنچادینا اور یہ ضروری نہیں کہ پیام پہنچانے والا عالم ہو، ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض زکریا صاحب کا بیان کردہ وعظ اور تبلیغ یہ لغوی فرق صحیح بھی ہو تب بھی ہمارے لئے حجت اور دلیل لغت کی کتاب نہیں بلکہ شریعت محمدی ﷺ ہے اور شریعت میں دونوں لفظوں کے استعمال میں کوئی ایسا فرق نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وعظ علماء کا کام ہے اور تبلیغ ہر شخص کیلئے عام ہے اور آج بھی عام بول چال میں ''وعظ'' اور ''مبلغ'' کے الفاظ کسی جاہل پر نہیں بلکہ ایک عالم دین شخص پر ہی استعمال ہوتے ہیں نیز قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر ''موعظہ'' کہا ہے لیکن کسی ایک مقام پر بھی اپنے نبی کو وعظ کا حکم نہیں بلکہ تبلیغ کا حکم دیا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی حجۃ الوداع کے موقعہ پر صحابہ کرام سے شہادت اپنے وعظ پر نہیں بلکہ اپنی تبلیغ کی تکمیل پر وصول فرمائی تھی اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ دین کے معنی محض پیام کا پہنچادینا یا دین کے کسی جزوی حصہ جیسا کہ کلمہ یا نماز کو پہنچادینا نہیں بلکہ دین کے پیام کا کماحقہ اور مکمل پہنچادینا ہی تبلیغ دین کہلاتا ہے اسلئے ہماری اردو زبان میں انبیاء کرام کیلئے لفظ ''پیغمبر'' بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ پیغمبر کے معنی ''پیغام بر'' یعنی پیام کا پہنچانے والا ہوتے ہیں پس معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث اور عرف عام کے اعتبار سے وعظ اور تبلیغ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

زکریا صاحب کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے حاضر صحابہ کرام کو جو پیام غائبین تک پہنچانے کا حکم دیا تھا وہ یہی دین کی تبلیغ تھی جس کے اوپر تبلیغی جماعت آج عمل پیرا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ''**فلیبلغ الشاهد الغائب**'' اور صحابہ کرام یہ اعلان سن کر دنیا میں پھیل گئے ہوں، ایسا نہیں ہے! یہ حدیث بخاری، مسلم، ابن ماجہ، مسند احمد اور دارمی وغیرہ میں مذکور ہے مگر کہیں بھی اس قسم کی کوئی صراحت موجود نہیں ہے کہ صحابہ کرام نے اس حدیث پر اس طرح عمل کیا ہو جس طرح تبلیغی جماعت کا طریقہ کار ہے مزید برآں نبی کریم ﷺ نے یہ الفاظ اس خطبہ میں کہے تھے جو ایام منیٰ کے دوران یوم النحر کے دن آپ ﷺ نے دیا تھا اسی لئے امام بخاریؒ نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے اسکا عنوان ہے ''**الخطبة ایام منیٰ، کتاب الحج**'' اور سب جانتے ہیں کہ حج میں یوم النحر کے بعد کم از کم دو دن اور زیادہ سے زیادہ تین دن منیٰ میں قیام کرنا پڑتا ہے چنانچہ شواہد سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مع صحابہ کرام تین دن منیٰ میں قیام کیا تھا اس لئے تبلیغی جماعت کے وعظین کا اس حدیث سے یہ استدلال غلط ہے پس صحابہ کرام بخوبی جانتے تھے کہ آپ ﷺ کی اس ہدایت سے مراد اس دین کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرنا ہے اسکے علاوہ ایک حدیث اور بھی ہے جو تبلیغی جماعت کی جانب سے بڑے شدومد کے ساتھ پیش کی جاتی ہے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

﴿ ان النبی ﷺ قال بلغوا عنی ولو آیة وحدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج ومن کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده من النار ☆ رواه البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، حدیث ۳۲۰۲ ﴾

یعنی'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا پہنچاؤ میری جانب سے خواہ ایک آیت ہی ہو اور روایت کرو یہودیوں سے اس میں کوئی حرج نہیں اور جس کسی نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے'' اس حدیث کو بخاری کے علاوہ ترمذی، مسند احمد اور دارمی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے اور محدثین نے اس پر جو ابواب قائم کئے ہیں وہ یا تو یہودیوں سے روایت بیان کرنے کی اجازت پر ہیں یا نبی کریم ﷺ کی جانب

جان بوجھ کر جھوٹ منسوب کرنے پر جو وعید ہے اس کے بیان میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں مطلق تبلیغ کرنے کی اجازت عام نہیں بلکہ یہ حدیث تبلیغ کی قیود پر مبنی ہے یعنی یہ حدیث تبلیغ کرنے والوں پر تین شرطیں عائد کرتی ہے اولاً اس بات کا اطمینان کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے اس پر یہ یقین کہ وہ نبی کریم ﷺ سے منقول ہے ثانیاً یہودیوں سے صرف ان روایات کو بیان کرنے کی اجازت جو دین اسلام کے اصولوں کے خلاف نہیں ہے یعنی بیان کرنے والے کو دین کے بنیادی اصولوں کا علم ہونا چاہیے ثالثاً موضوع احادیث کو تبلیغ کی خاطر بیان کرنے سے مکمل پرہیز کرنا البتہ تردید کے مقصد سے کسی موضوع حدیث کو بیان کرنا پڑ جائے تو جائز ہوگا مزید برآں اس حدیث میں ایک لفظ ’’ آیۃ ‘‘ بھی ہے جو تشریح طلب ہے تبلیغی جماعت کے مبلغین اس کا ترجمہ ’’بات‘‘ کرتے ہیں یعنی ’’پہنچاؤ میری جانب سے خواہ ایک بات ہی ہو‘‘ لیکن اسکا یہ ترجمہ صحیح نہیں لفظ ’’ آیۃ ‘‘ کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ صحیح بخاری کی اس حدیث کی شرح فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ:

﴿ الاية فى اللغة تطلق على ثلاثة معان: العلامة الفاصلة، والاعجوبة الحاصلة و البلية النازلة ۔ فمن الاول قوله تعالى :(ايتك الاتكلم الناس ثلاثة ايام الا رمزا) ومن الثانى (ان فى ذالک لآية) ومن الثالث جعل الامير فلانا اليوم آية ۔ ﴾

یعنی لغت کے اعتبار سے لفظ آیۃ کے تین معنی ہوتے ہیں اولاً دو چیزوں یا حالتوں میں فرق کر دینے والی علامت جیسا کہ زکریا علیہ السلام سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ (تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا بات نہیں کرسکو گے) ثانیاً حاصل ہونے والی کوئی عجیب چیز جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ (اسمیں نشانی ہے تمہارے لئے) اور ثالثاً کسی پر نازل ہونے والی کوئی سزا یا مصیبت جیسا کہ کہا جائے کہ آج امیر نے فلاں کو لوگوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا یعنی آیۃ اس بات کو کہتے ہیں جو عام معمول سے ہٹ کر ہو پس اس حدیث میں موجود حکم سے یہ مراد نہیں ہے کہ کسی کو کوئی ایک حدیث بھی معلوم ہو تو وہ لوگوں کو پہنچانے نکل کھڑا ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ علماء کو احادیث کے ذریعہ سے جب بھی کوئی ایسی

بات معلوم ہو جو دین کے اعتبار سے بہت اہم اور غیر معمولی نوعیت کی ہو اسے لوگوں تک ضرور پہنچا ئیں۔

پس حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو صرف اپنے خطبہ میں مذکور احکامات کے پہنچانے کا حکم دیا تھا کیونکہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے متعلق یہ احکامات نہایت اہم تھے اور ان کا ہر مسلمان تک پہنچنا انتہائی ضروری تھا اور تمام مسلمان اس حج کے موقعہ پر موجود نہیں تھے نیز اگر اس موقعہ پر آپ کا مقصد دین کی تبلیغ کیلئے حاضرین کا تمام مسلم اور غیر مسلم غائبین تک پہنچنا مراد ہوتا تو آپ ﷺ بطور امیر وفود اور قافلے تیار کر کے خود ہی روانہ فرما دیتے لیکن اسکے برخلاف نبی کریم ﷺ نے تمام صحابہ کرام کے ساتھ تین دن تک منیٰ میں قیام کیا اور بعد میں صحابہ کرام کے ساتھ ہی مدینہ کیلئے روانہ ہوئے نیز معلوم ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں اور صحابہ کرام کے دور میں بھی کوئی قافلہ یا جماعت تبلیغ دین کیلئے کبھی نہیں بھیجی گئی بلکہ کسی بھی جماعت کی تشکیل قتال فی سبیل اللہ کیلئے ہوئی یا نومسلموں کی تعلیم وتربیت کے مقصد کے تحت ہوتی تھی پس حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مبلغ بنا کر مختلف ملکوں کی طرف نہیں بھیجا اس اعتبار سے نبی کریم ﷺ کے حجۃ الوداع کے خطبہ کو غائبین تک پہنچانے اور تبلیغی جماعت کے جماعتوں کے تشکیل دینے اور باہر بھیجنے کے مابین بہت بڑا فرق ہے۔

تبلیغی جماعت کی جانب سے تشکیل کردہ تبلیغی گروہ کے ارکین اکثر اوقات جاہل مطلق ہوتے ہیں جو مسجد مسجد گھوم کر تقاریر اور وعظ کرتے ہیں جس میں غلط سلط قصے کہانیاں سناتے ہیں اور فضائل اعمال کی کتاب سے جھوٹی وضعیف احادیث اور اپنے بزرگوں کی بیان کردہ مصنوعی کرامات پڑھ پڑھکر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور پھر اپنا موازنہ انبیاء کرام اور صحابہ کرام سے یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ یہ تبلیغی کام انبیاء کرام کی سنت ہے اور نبی کریم ﷺ نے حجۃ الواداع میں انبیاء کرام کی یہ سنت اپنی امت کو منتقل کر دی اور امت میں سے دین کی تبلیغ کے کام کا حق صرف تبلیغی جماعت ادا کر رہی ہے لہذا اب ہم انبیاء کے وارث ہیں حالانکہ خود نبی کریم ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق انبیاء کے وارث علماء ہیں اس اعتبار سے دین کی تبلیغ بھی جاہلوں کا نہیں بلکہ اہل علم کا کام ہوا۔

زکریا صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ ”تبلیغ میں نکلنے والے جاہل اور لاعلم لوگوں کو وعظ کرنے کی

اجازت نہیں‘‘ زکریا صاحب کے اس فرمان پر تبلیغی جماعت کے ارکین نے عمل کی یہ صورت اختیار کی ہے کہ یہ لوگ جب تقریر کرنے کھڑے ہوتے ہیں تو حمد وثنا اور صلواۃ وسلام کے الفاظ کے بغیر براہ راست تقریر شروع کردیتے ہیں اور اپنی جہالت کے باعث یہ سمجھتے ہیں کہ اگر خطاب کے شروع میں حمد وثنا اور صلواۃ وسلام کے الفاظ استعمال کئے جائیں تو وہ خطاب وعظ بن جاتا ہے اسلیئے ہم دیکھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے اراکین ہر اجتماع میں علامہ زماں اور مفتی دوراں بن کر خطبے دیتے ہیں اور وعظ کرتے ہیں اور اپنے خیال میں کسی عالم اور مفتی سے بھی بڑھکر اپنے آپ کو علامہ سمجھتے ہیں لیکن اپنی تقریر کو خطاب یا وعظ کہنے سے گریز کرتے ہیں اس لئے یہ کہنا قطعی طور پر جھوٹ اور غلط بیانی ہے کہ تبلیغی جماعت کے لوگ وعظ نہیں کرتے کیونکہ وعظ، خطاب، تبلیغ اور تقریر ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں۔

زکریا صاحب کا یہ کہنا بھی مبنی برحق نہیں کہ ’’تبلیغ میں صرف چھ نمبر بتائے جاتے ہیں ان ہی کی مشق کرائی جاتی ہے اور ان ہی کو پیام کے طور پر لے جا کر شہر بہ شہر ملک در ملک بھیجا جاتا ہے ان کے اصول میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں یہ ہے کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہو‘‘ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے نصاب کے طور پر زکریا صاحب نے فضائل اعمال کی کتاب لکھی ہے اور تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں اس کتاب کی تلاوت کو خود زکریا صاحب نے لازمی اور ضروری قرار دیا ہے جس کا حوالہ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے حالانکہ تبلیغی جماعت کے چھ نمبروں میں فضائل اعمال کی صبح و شام تلاوت کا قطعی طور پر کوئی ذکر موجود نہیں ہے اور اہل تحقیق بخوبی جانتے ہیں کہ اس زمانے میں لوگوں کے عقائد اور فساد میں بگاڑ کا ایک بڑا سبب یہی فضائل اعمال ہے اس کتاب کو پڑھنے والا قطعی طور پر یقین نہیں کرسکتا ہے کہ یہ کسی دیوبندی عالم کی تصنیف ہے اس کتاب کا صحیح اور کماحقہ تجزیہ اور پوسٹ مارٹم ہمارے برادرم محترم طارق عادل خان نے بنام ’’تبلیغی جماعت عقائد، افکار، نظریات اور مقاصد کے آئینہ میں‘‘ کے عنوان سے کیا ہے جو درجہ ذیل ویب سائٹ پر مفت دستیاب ہے قارئین اس کتاب سے ضرور استفادہ فرمائیں بہرحال اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تبلیغی جماعت کے حضرات کو صرف چھ نمبروں کی اجازت ہے اور اسکے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول ہونے کی اجازت نہیں تو پھر تبلیغی جماعت کے ارکین صبح وشام فضائل

اعمال کی تلاوت کیوں کرتے ہیں؟ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ تبلیغی جماعت جھوٹ پر قائم ہے اور یہ لوگ وقت اور موقعہ کے اعتبار سے اپنا بیان اور اپنا عمل ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور اسی سلسلہ میں زکریا صاحب اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں کہ ’’امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک باب [رب مبلغ اوعی من سامع] قائم کیا ہے یعنی’’ بہت سے ایسے لوگ جو کم پڑھے ہوئے ہوں ایسوں کو پیام پہنچاتے ہیں جو زیادہ پڑھے ہوئے ہوں‘‘ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ زکریا صاحب نے یہاں بھی حسب عادت تحریف کا ارتکاب کیا ہے اور حدیث کے باب کا ترجمہ کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے کیونکہ اس استدلال سے زکریا صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بعض اوقات جاہل تبلیغی وہ کچھ سیکھ جاتے ہیں جس سے بڑے بڑے عالم جاہل رہ جاتے ہیں اس طرح ایک جاہل تبلیغی کسی بڑے عالم کو مسئلہ بتا کر اسکا استاد بن جاتا ہے حالانکہ امام بخاریؒ کے قائم کردہ اس باب کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ’’ جن کو پیام پہنچایا جاتا ہے ان میں سے بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو اس پیام کو سننے والے سے زیادہ محفوظ کرنیوالے اور یادرکھنے والے ہوتے ہیں‘‘ یعنی یہاں کم پڑھے لکھے اور زیادہ پڑھے لکھے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ لوگوں کی بات کے یادرکھنے کی صلاحیت کے فرق کا بیان ہو رہا ہے اور اس فرق کی بنیاد پر لوگوں کو تعلیم دی جارہی ہے کہ اگر کوئی خاص اور اہم بات کسی کو معلوم ہے تو اسے اس بات کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ دوسروں تک پہنچادینا چاہیے کیونکہ عین ممکن ہے کہ بعض دوسرے لوگ تم سے زیادہ اچھا حافظہ رکھتے ہوں اور وہ تمہاری بات کو تم سے زیادہ بہتر طریقہ سے محفوظ رکھیں۔

پس ثابت ہوا کہ تبلیغ دین کے ضمن میں لفظ تبلیغ کی جو تعریف زکریا صاحب نے رقم فرمائی ہے وہ انکی اپنی ذہنی اختراع ہے جس کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں اور اس تعریف کی بنیاد پر تبلیغ دین کا کام جہلا کے سپرد کردینا صریح گمراہی ہے کیونکہ تبلیغ دین انبیاء کا کام ہے اور انبیاء کے وارث علماء ہیں اس اعتبار سے تبلیغ دین اصل میں جہلا کا نہیں بلکہ علماء کا کام ہے۔

اشکال نمبر ۷: ''تبلیغ مدارس اور خانقاہوں کی حریف ہے''

اس اشکال کے تحت زکریا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ تبلیغ کو حریف قرار دیا جاتا ہے یہ بھی غلط ہے جیسا کہ مدارس کا فائدہ علیحدہ ہے ایسا ہی خانقاہوں کا فائدہ بھی علیحدہ ہے اسی طرح تبلیغ کا فائدہ بھی مستقل ہے۔

گذشتہ مضامین میں کثرت سے یہ مضمون لکھا جاچکا ہے کہ حضرت دہلوی بانی جماعت مولانا الیاس صاحب اور مولانا یوسف صاحب کے مکاتب وتقاریر وملفوظات میں مدارس اور خانقاہوں کی اہمیت جتنی کثرت سے بیان کی تھی ہے وہ ظاہر ہے اور وہ دونوں حضرات دینی تبلیغ کو مدارس اور خانقاہوں کے لئے بمنزلہ زمین ہموار کرنے کے فرماتے اور لکھتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ مدارس اور خانقاہوں میں وہی شخص جائے گا جس میں طلب ہوگی اور لوگوں میں طلب پیدا کرنے کا واحد ذریعہ یہ عمومی تبلیغ ہے ۔

تجزیہ وتعاقب:

زکریا صاحب نے یہاں صرف مدارس اور خانقاہوں کا تذکرہ کیا ہے لیکن مساجد کا کوئی ذکر نہیں کیا جو دین اسلام میں اللہ کی عبادت اور ذکر کے لئے تعمیر کی جاتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال رجال لاتلیھھم تجارۃ ولابیع عن ذکر اللّٰہ ☆ سورۃ النور ۳۷﴾

یعنی ''اللہ کے گھر مساجد ہیں جن کے اونچا کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے ان مساجد میں صبح اور شام اللہ کی عبادت کی جاتی ہے اور یہ عبادت ایسے لوگ کرتے ہیں جنکو کوئی تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی''، یعنی اللہ کے ذکر اور عبادت کے مراکز اللہ تعالیٰ نے مساجد کو قرار دیا ہے جبکہ تعلیم وتعلم کے مراکز کے طور پر مدارس کا قیام بھی ابتداء سے ہی معلوم ومعروف ہے لیکن خانقاہوں کا تصور عیسائیت میں تو معلوم ومعروف تھا البتہ اسلام میں اس بدعت کو صوفیاء نے ہی داخل کیا ہے اسی لئے صوفیت

سے قبل پوری اسلامی تاریخ میں خانقاہوں کا کوئی تذکرہ کہیں نہیں ملتا اور چونکہ تبلیغی جماعت بھی صوفیت ہی کی ایک تحریک ہے اسلیئے زکریا صاحب کا یہ کہنا یقیناً درست ہے کہ تبلیغی جماعت خانقاہوں کی حریف نہیں بلکہ ہماری رائے میں تبلیغی جماعت کا تو اصل مقصد ہی خانقاہیت کا فروغ ہے کیونکہ تبلیغی جماعت کلمہ اور نماز کی تبلیغ کا بہانہ کر کے اپنا ڈیرہ ہمیشہ مساجد ہی میں لگاتی ہے تاکہ کلمہ گو اور بانماز مسلمانوں کے اوقات کو مساجد اور اپنے اہل خانہ سے فارغ کر کے خانقاہیت کی طرز پر کئے جانیوالے ذکر واذکار اور مراقبوں پر لگایا جاسکے یہی وجہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے ارکین اپنے معمول کے تحت کئے جانے والے گشت کے دوران اپنے مخاطبین کو بھی کبھی عقیدہ اور نماز کی درستگی کی تلقین نہیں کرتے بلکہ اسکے بجائے ہر فرض نماز کے بعد مسجد میں ہونے والے اپنے اجلاس میں شرکت کی دعوت ہی دیتے ہیں جس کا مرکزی نقطہ ہمیشہ صرف خروج ہوتا ہے یعنی اپنے گھر بار اور کاروبار کو چھوڑ کر نکلنا ہی ساری تقریر اور گفتگو کا حاصل ہوتا ہے، اس اعتبار سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تبلیغی جماعت خانقاہیت کی حریف نہیں بلکہ خود ایک گشتی خانقاہ ہے البتہ مدارس کی یہ جماعت یقیناً حریف ہے جس کا ثبوت ہم اشکال نمبر۴ اور ۵ کے تحت تفصیل سے فراہم کر چکے ہیں اسی طرح تبلیغی جماعت کی پوری جدوجہد اور کوشش مساجد کے بالمقابل خانقاہوں کی آبادکاری بھی ہے اس مقصد کی خاطر یہ جماعت لوگ کو مساجد سے پکڑ پکڑ کر چلوں پر لے جاتی ہے جہاں جھوٹے قصے اور فضائل اعمال کے ذریعہ ان لوگوں کے دلوں میں خانقاہوں کیلئے عقیدت پیدا کی جاتی ہے اس اعتبار سے یہ جماعت صرف مدارس کی حریف نہیں بلکہ مساجد کی بھی حریف ہے اسکا ثبوت زکریا صاحب کی متعدد ملفوظات سے ملتا ہے جیسا کہ خود اسی اشکال کا جواب دیتے ہوئے زکریا صاحب نے تبلیغ کو مدارس اور خانقاہوں کی طلب کا عمومی ذریعہ قرار دیا ہے لیکن عملی طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ تبلیغ صرف خانقاہیت کی ترویج کا ذریعہ بن رہی ہے کیونکہ کسی بھی تبلیغی کو کسی مدرسہ میں داخلہ حاصل کر کے عالم بنتے کم از کم ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور یہ ممکن بھی نہیں کہ کوئی شخص جس کو چلوں اور سہ روزں کی چلت پھرت اور سیر تفریح کا چسکا پڑ جائے پھر وہ مستقل ایک جگہ بیٹھ کر قرآن وحدیث اور صرف ونحو کی خشک تعلیم مردہ کتابوں سے حاصل کرے جبکہ تبلیغی جماعت کے بزرگوں کے عقیدے کے مطابق تبلیغ میں نکلنے والے کو شرح صدر اور علوم باطنی زندہ ذات یعنی اللہ تعالیٰ سے براہ راست حاصل ہوتے ہیں۔

پس صاف ظاہر ہے کہ تبلیغی جماعت کی ساری کوشش اور چلت پھرت مساجد یا مدارس کی آباد کاری کے لئے نہیں بلکہ مساجد کو آباد کرنے والے لوگوں کو مساجد سے نکال کر خانقاہوں میں لانا یا مساجد ہی کے اندر خانقاہیت کی طرز پر حلقے ترتیب دیکر خانقاہیت کی طرف مائل کرنا اور مدارس سے تعلیم پانے والوں کو جاہل تبلیغی حضرات کے مقابلے میں کمتر قرار دینا اس جماعت کا نصب العین ہے۔

اشکال نمبر ۸: ''تبلیغ میں عالم پر جاہل کو امیر بنایا جاتا ہے''

زکریا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ عالموں کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امیر بنایا جاتا ہے بظاہر تو یہ اعتراض یقیناً اہم ہے مگر درحقیقت امارت کے مناسبات الگ ہوتے ہیں جس کے درمیان میں صرف علم کافی نہیں ہے بلکہ اسکے ساتھ انتظامی صلاحیتیں غور وفکر وغیرہ امور بھی ضروری ہیں، افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امیر بنانا عہد نبوت سے چلا آرہا ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو متعدد سرایا میں امیر بنا کر بھیجا ہے۔

محمد بن قاسمؒ حجاج بن یوسف کے داماد تھے جس وقت ہندوستان پر چڑھائی کی اس وقت سترہ (۱۷) سال عمر تھی لشکر میں بڑے بڑے پرانے اور تجربہ کار ہمراہ تھے مگر سب ان کی اطاعت کرتے تھے یہ سب برکت ایمان اور فہم صحیح کی تھی، درحقیقت امارت کے واسطے صرف مشیخت یا افضلیت یا علمیت کافی نہیں ان چیزوں میں اس سے زیادہ ضرورت بالخصوص اسفار کے موقعہ پر ایسے شخص کی ہوتی ہے جو ہمت، قوت، مشقتوں کے برداشت میں زیادہ تحمل کرنے والا ہو، تبلیغ والے امارت کیلئے خاص طور پر اسکی رعایت ضرور رکھتے ہیں کہ پہلے وہ کسی دورہ وغیرہ میں نکل چکا ہو۔

تجزیہ وتعاقب:

اس اشکال کا زکریا صاحب نے جو جواب دیا ہے اس سے ایک بات تو ثابت ہوگئی کہ تبلیغی جماعت کے نظام میں اہل علم کو جہلا پر علم کی بنا پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے یعنی تبلیغی جماعت میں امارت کا اہل وہ شخص ہوتا ہے جس نے اسفار کئے ہوں یعنی زیادہ سے زیادہ چلے لگائے ہوں اور اسمیں جوش وخروش سے تقریر

کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہو خواہ وہ شخص جاہل مطلق ہی کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے علم کو امارت کی بنیادی شرائط میں بیان فرمایا ہے مثال کے طور پر جب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد جہاد کا ارادہ کیا اور اپنے موجودہ نبی سے امیر مقرر کرنے کے لئے درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے طالوت کو امیر مقرر فرمایا اور اسکی امارت پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿ان اللّٰہ اصطفاہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم واللّٰہ یوتی ملکہ من یشاء واللّٰہ واسع علیم☆ سورۃ البقرۃ ۲۴۷﴾

یعنی ’’بے شک اللہ نے اسکو تم پر منتخب کرلیا ہے بسبب اسکے علم اور قوت جسمانی میں زیادہ ہونے کی وجہ سے اور اللہ جسے چاہتا ہے امارت عطاء فرماتا ہے کیونکہ اللہ وسیع علم رکھنے والا ہے‘‘ پھر اس اشکال کے تحت زکریا صاحب نے اسامہ بن زیدؓ کے جو مثال پیش فرمائی ہے اسے فریب کاری کی ایک عمدہ کوشش ہی کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہاں اشکال فاضل پر مفضول کے امیر بنانے کا نہیں بلکہ عالم پر جاہل کو امیر بنانے کا ہے معلوم ہونا چاہیے کہ اسامہ بن زیدؓ کوئی جاہل نہیں تھے کہ جن کو علماء پر امیر بنادیا گیا ہو بلکہ وہ ایک اہل علم اور جلیل القدر صحابی تھے البتہ چونکہ وہ ایک آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کے صاحبزادے تھے چناچہ ان کو قریش کے بزرگوں پر امیر مقرر کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اسلام میں قومیت اور وطنیت کی بنیاد پر کسی کو کسی پر کوئی فضلیت حاصل نہیں ہے تبلیغی جماعت کے بارے میں یہ بات سب جانتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کی اکثریت جہلا پر مشتمل ہوتی ہے اور اگر کبھی بالا تفاق کوئی عالم تبلیغی جماعت کی چلت پھرت سے متاثر ہوکر اس جماعت میں شامل ہو بھی جائے تو یہ لوگ اس عالم کی قدر کرنے کے بجائے اسکی اس طرح ناقدری کرتے ہیں کہ اس پر ایک جاہل کو امیر بنادیتے ہیں اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جاہلوں کی اس تبلیغ سے کونسا اسلام پھیلتا ہے اور بدعت اور گمراہی کی پوشاک میں لپٹی ہوئی کس قسم کی ہدایت لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح محمد بن قاسمؒ کی مثال بھی زکریا صاحب نے پیش فرمائی ہے کہ اس کو سترہ سال کی عمر میں امیر بنایا گیا لیکن ہمارا سوال یہ ہے کہ محمد بن قاسم کی عمر سترہ سال تھی یا ستر سال ہمیں اس سے کیا غرض ہے؟ کیونکہ ہمارا اشکال یہ نہیں کہ کم عمر افراد کو عمر رسیدہ پر امیر بنایا جاتا ہے بلکہ ہمارا اشکال یہ ہے کہ اہل علم پر جہلا کو

امیر بنایا جاتا ہے تو کیا زکریا صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ محمد بن قاسم ایک جاہل نوجوان تھا؟ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے کراچی سے لیکر ملتان تک کے علاقے کو کفر اور شرک کی گندگی سے پاک کر کے توحید کا چراغ روشن کر دیا، کیا یہ کام کسی جاہل اور باطل عقائد رکھنے والے نوجوان کے ہاتھوں سرانجام پانا ممکن تھا؟ محمد بن قاسم نے لوگوں کو خانقاہی مسلمان نہیں کیا بلکہ مساجد کو آباد کرنے والا مسلمان بنایا اس نے ہندوستان میں خانقاہیں نہیں بلکہ مساجد تعمیر کرائیں، اس نے ہندوستان میں صوفیت کو متعارف نہیں کرایا بلکہ اہل علم پیدا کئے جنہوں نے کسی مذہب کی فقہ نہیں بلکہ قرآن وحدیث کے پڑھنے پڑھانے والے پیدا کئے لیکن تبلیغی جماعت کے صوفی اکابرین افغانستان سے فقہ اور صوفیت کی لعنت لے محمد بن قاسم کے بعد ہندوستان میں وارد ہوئے اور محمد بن قاسم کی شرک اور کفر سے پاک سرزمین کو اپنے نجس عقائد اور اعمال سے دوبارہ ناپاک کر دیا اس لئے زکریا صاحب یا تبلیغی جماعت کے دیگر اکابرین کا اپنے منہ سے محمد بن قاسم جیسے موحد، متبع سنت اور عالم دین شخص کا نام لینا یا مثال دینا جائز ہی نہیں ہے۔

مذید برآں زکریا صاحب نے تاریخ کے اوراق سے جو بھی مثالیں پیش کی ہیں یہ سب جہاد سے متعلق ہیں اور جہاد میں امیر بنانے کی شرط اول قوت اور شجاعت ہوتی ہے جو ہمیشہ بزرگوں کے مقابلے میں نوجوانوں میں زیادہ ہوتی ہے اسلئے اکثر اوقات کم علم نوجوان کو زیادہ علم والے بزرگوں پر امیر بنائے جانے کی متعدد مثالیں مل جاتی ہیں جبکہ تبلیغی جماعت کے نزدیک تو جہاد وقتال مطلق شجر ممنوعہ ہے پھر ان مثالوں کو پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کا آخر کیا مقصد ہے؟ زکریا صاحب کا یہ کہنا کہ ''امارت کے مناسبات الگ ہوتے ہیں جس کے درمیان میں صرف علم کافی نہیں ہے بلکہ اسکے ساتھ انتظامی صلاحیتیں غور وفکر وغیرہ امور بھی ضروری ہیں'' صحیح ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ایک قرآن وحدیث سے جاہل شخص میں ایک دینی تحریک کیلئے انتظامی صلاحیتیں اور غور وفکر کی قوت کسی عالم دین کے مقابلے میں زیادہ ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں! یعنی اس قسم کا تقابل ایک کم علم اور زیادہ علم رکھنے والے شخص کے درمیان تو ہوسکتا ہے لیکن ایک جاہل اور ایک عالم کے مابین اس قسم کا تقابل ہرگز ممکن نہیں ہے۔

پس سچائی یہ ہے کہ درحقیقت تبلیغی جماعت کوئی دینی تحریک نہیں بلکہ دین اسلام کے خلاف ایک گہری

سازش ہے جس کا اصل مقصد مسلمانوں کو قرآن حدیث کی تعلیم سے روکنا اور انکے اوقات کو دین ہی کے نام پر دین کے خلاف استعمال کر کے دشمنان اسلام کے ''وحدت ادیان'' کے دیرینہ خواب کو شرمندہ تعبیر کرنا ہے۔

اشکال نمبر۹،۱۰: ''حکیم الامت اور شیخ الاسلام مدنی تبلیغ کے خلاف تھے''

زکریا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک اعتراض کثرت سے کانوں میں پڑا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت شیخ الاسلام مدنی اس موجودہ تبلیغ کے خلاف تھے اسکے جواب میں زکریا صاحب نے طویل کلام کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات میں سے کوئی بھی تبلیغ کا مخالف نہیں تھا البتہ تبلیغی جماعت سے متعلق انہیں ایک بے اطمینانی تھی کہ علم کے بغیر یہ لوگ تبلیغ کا فریضہ کس طرح سرانجام دیں گے لیکن جب مولانا ظفر احمد صاحب نے حکیم الامت کو یہ یقین دہانی کرائی کہ تبلیغی جماعت کے لوگ ان چیزوں کے سوا کسی چیز کو نہیں چھیڑتے جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے اور وعظ سے پرہیز کرتے ہیں تو حکیم الامت کو اطمینان ہوا نیز اگر کسی موقعہ پر حضرت حکیم الامت نے نکیر فرمائی ہوگی تو یقیناً اس روایت پر کہ جاہلوں کا وعظ کرنا نقل کیا گیا ہوگا اس پر حضرت کا نکیر فرمانا برمحل ہے۔

تجزیہ وتعاقب:

زکریا صاحب نے تبلیغی جماعت کے بارے میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے جن خدشات کا تذکرہ یہاں کیا ہے ان کی بنیاد پر ہم بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اشرف علی صاحب تھانوی ممکن ہے اس تبلیغی جماعت کے خلاف نہ ہوں جو اس زمانے میں موجود تھی اور جس کے بارے میں مولانا ظفر احمد صاحب نے یہ اطمینان دلایا تھا کہ یہ جماعت ان باتوں سے تجاوز نہیں کرتی جن پر انہیں پابند کیا گیا ہے لیکن ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ اگر آج مولانا اشرف علی تھانوی صاحب زندہ ہوتے تو موجودہ تبلیغی جماعت کی مخالفت ضرور کرتے جس طرح آج بعض دیگر اہل علم بلکہ حنفی اور دیوبندی علماء کرتے ہیں کیونکہ موجودہ تبلیغی جماعت اپنے اکابرین کی قائم کردہ حدود کو عبور کر چکی ہے تبلیغی جماعت کی تاسیس کے وقت بعض دیوبندی علماء نے اعتراض کیا تھا کہ عامی آدمیوں کی تبلیغی جماعت بنانے سے تبلیغ دین کا کام جہلاء کے ہاتھ میں آجائے گا جس کا

جواب مولانا الیاس صاحب نے یہ دیا تھا کہ ان لوگوں کو وعظ کی اجازت نہیں ہوگی بلکہ ان لوگوں کا کام صرف لوگوں کو جمع کر کے کسی عالم کے پاس لانا ہوگا لیکن اس کے برخلاف اگر موجودہ تبلیغی جماعت کو دیکھا جائے تو جو بھی اس جماعت میں آٹھ دس سال گذار چکا ہو وہ اپنے آپ کو علامہ سمجھنے لگتا ہے اور مجمع اکھٹا کر کے اس مجمع سے گھنٹہ بھر خطاب کرتا ہے البتہ جب انھیں کہا جائے کہ اپنی تقریر شروع کرنے سے قبل حمد وثناء کیا کرو کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں یہ وعظ کے لئے اور علماء کے لئے ہے اور ہم وعظ نہیں کر رہے ہیں اور چونکہ ان جماعتوں کے ساتھ کوئی عالم بھی نہیں ہوتا اسلئے امیر جماعت یا مقرر صاحب جو کچھ بھی الٹا سیدھا بیان کرتے ہیں سننے والے اسی کو دین کی بات سمجھکر اس پر ایمان لے آتے ہیں، دراصل تبلیغی جماعت کی بنیاد کسی ٹھوس اصول پر رکھی ہی نہیں گئی اس لئے یہ ابتداء سے ہی تغیر کا شکار ہے جس کا اعتراف خود زکریا صاحب نے بھی کیا ہے لکھتے ہیں کہ:

﴿ ایک احمقانہ، جاہلانہ اعتراض یہ بھی کانوں میں پڑا ہے کہ تبلیغ اپنی افادیت، ہدایت اوراصلاح کے درمیان یقیناً ایسی ہی تھی جیسا کہ لوگ بتاتے ہیں لیکن اب موجودہ تبلیغ چونکہ حضرت دہلوی کے طرز پر نہیں رہی اس لئے اب یہ ضلالت وگمراہی ہے ☆تبلیغی جماعت پراعتراضات اورانکے جوابات صفحہ۱۹۲ ﴾

اس اعتراض کو نقل کر کے زکریا صاحب نے اسکی تردید نہیں کی بلکہ تبلیغی جماعت میں پیدا ہونے والے اس تغیر کو تسلیم کرتے ہوئے اسکی متعدد دلیلوں سے تاویل کرنے کی کوشش کی ہے مگر موجودہ دور میں ان تاویلوں کی مدد سے اس جماعت کی افادیت اور ضرورت کو ہرگز ثابت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ تبلیغی جماعت کی موجوہ حیثیت اورغرض وغائیت وہ نہیں رہی جو اس جماعت کی وجہ تاسیس تھی یعنی کسی دور دراز علاقے میں ذرائع ابلاغ کی عدم موجودگی کے باعث انتہادرجہ میں دین سے لاعلمی اور اگر کہیں کسی دوردراز کے علاقوں میں ایسا ہے بھی تو یہ جماعت اپنے غلط عقائد ونظریات کے باعث اب اس کام کی اہل نہیں ہے کیونکہ جس دین کی تبلیغ یہ جماعت کسی علاقہ میں کرے گی وہاں دین اسلام نہیں بلکہ دین تصوف پھیلے گا نیز اس جماعت کے لوگ اب وعظ اور تقریر کے بھی عادی ہو چکے ہیں جو مزید سونے پر سہاگہ ہے اور اپنی تقاریر کے دوران

جومنہ میں آئے کہتے رہتے ہیں کیونکہ اس جماعت کے افراد کی عقیدہ کی کوئی تعلیم ہوتی ہے اور نہ ہی قرآن وحدیث کے سمجھنے صلاحیت ان لوگوں میں پیدا کی جاتی ہے جس کے باعث اکثر اوقات یہ لوگ دین اسلام کے خلاف اور وحدت ادیان کے حق میں تقاریر کرتے نظر آتے ہیں مذید برآں یہ جماعت اکابرین کے مقرر کردہ چھ نمبروں پر بھی باقی نہیں رہی یعنی زکریا صاحب کے تصنیف کردہ فضائل اعمال کی روزانہ تلاوت آج اس جماعت کا ساتواں اور اہم ترین نمبر بن چکا ہے جو اس جماعت میں شامل ہونے والے صحیح العقیدہ یا عقائد کی اہمیت سے ناواقف افراد کے عقائد کو بگاڑنے اہم کردار ادا کر رہا ہے، تبلیغی جماعت اگرچہ دیوبندی حضرات نے بنائی تھی لیکن زکریا صاحب نے فضائل اعمال لکھ کر اور اسکو تبلیغی جماعت کے ساتھ منتھی کر کے اس جماعت کو پکا بدعتی اور مشرک بنا دیا ہے حتیٰ کہ یہ جماعت شرک اور بدعت میں آج بریلویوں سے بھی آگے نکل چکی ہے مثال کے طور پر انبیاء شہدا اور اولیاء کے بارے میں دیوبندی علماء کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ وہ غیب نہیں جانتے لیکن زکریا صاحب نے فضائل اعمال میں بیسوں ایسی حکایات نقل کی ہیں جن میں غیر اللہ کے لئے علم غیب ثابت کیا گیا ہے مثلاً ایک جگہ زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہوا نظر آتا اسے معلوم کر لیتے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ ،مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ جیسا کہ حسی چیزیں نظر آتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا چناچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف فرما تھے، ایک نوجوان وضو کر رہا تھا اسکے وضو کا پانی گرتے ہوئے آپ نے دیکھا اسکو چپکے سے نصیحت فرمائی بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لے، اس نے توبہ کی، ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی بھائی زنا نہ کیا کر بہت برا عیب ہے اس نے اس وقت زنا سے بھی توبہ کی، ایک اور شخص کو دیکھا شراب خوری اور لہولعب کا پانی گر رہا ہے اس کو بھی نصیحت فرمائی اس نے بھی توبہ کی ☆ فضائل ذکر ص ۱۷۰ ﴾

اسی طرح فقہ حنفی کی معتبر اور مشہور کتاب درمختار میں صفحہ ۵۲۹ جلد ۲ پر لکھا ہے کہ ''جو شخص ولی کیلئے طئ

ارض یعنی زمین کے سمٹ جانے کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے'' لیکن زکریا صاحب نے فضائل اعمال میں متعدد ایسی حکایات نقل فرمائی ہیں جن میں اولیاء کیلئے طئی ارض ثابت کیا ہے مثلاً ایک جگہ زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ایک شخص جس کا نام مالک بن قاسم جیلی تھا وہ ستائیس سو (۲۷۰۰) میل سے مکہ میں صبح کی نماز پڑھنے آ گئے، خود ہفتہ سے کچھ نہ کھایا تھا والدہ کو کھلا کر آئے تھے ابھی ہاتھوں میں سے گوشت کی خوشبو آ رہی تھی، بعض بزرگوں کو بیان ہے کہ انہوں نے کعبہ شریف کے گرد اولیاء اور انبیاء کو بھی دیکھا ہے☆ فضائل حج فصل نمبر۱۰ حکایت نمبر۱۶﴾

اسی طرح شرح عقیدہ طحاویہ صفحہ ۲۸۸ پر امام ابوحنیفہؒ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے معروف حنفی عالم امام طحاوی تحریر فرماتے ہیں کہ ''امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرا رب کہاں ہے آسمان میں یا زمین میں؟ تو انھوں فرمایا اس نے کفر کیا! کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور عرش ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے پھر سائل نے پوچھا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے مگر میں نہیں جانتا کہ عرش آسمان میں ہے یا زمین میں؟ تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا وہ کافر ہے کیونکہ جس نے عرش کے آسمان میں ہونے کا انکار کیا اس نے اللہ کے آسمان میں ہونے انکار کیا پس جان لو کہ وہ کافر ہے'' اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ دیگر تمام اسلاف کی طرح اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کے قائل تھے اور جو لوگ بھی اللہ کے عرش پر ہونے کا انکار کرتے ہیں ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیتے تھے لیکن موجودہ احناف کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور جو کوئی بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہر جگہ حاضر نہ مانے اسے یہ لوگ کافر قرار دیتے ہیں مثلاً زکریا صاحب اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

﴿ ہمارے حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے استنجے نہیں جاسکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کچھ حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال معلوم کر لیتے

ہیں☆ فضائل ذکر ص ۱۷۱ ﴾

اس واقعہ پر اعتراض کرتے ہوئے کسی صاحب نے زکریا صاحب کو اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا کہ استنجاء میں نہ جاسکنے کا واقعہ کیا ہی عجیب ہے، بیت الخلاء بھلا انوار کی جگہ کیسے ہوسکتا ہے وہ تو جنات اور خبائث کا مرکز ہے تو اس کا جواب دیتے ہوئے زکریا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿ بیت الخلاء کا محل خباثت و جنات ہونا بندہ کے خیال میں اسکے تو منافی نہیں کہ وہاں انوار نہیں ہو سکتے کون سی جگہ ایسی ہوگی جہاں اللہ کا نور نہ ہو'' **اللّٰہ نورالسموات والارض** '' کی تفسیر بیان القرآن حصہ مسائل السلوک میں ملاحظہ فرمالیں ☆ کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات از مولانا زکریا صاحب ص ۲۲۰ ﴾

پس ایسے فاسد عقائد رکھنے والی جماعت کے بارے میں ہم صرف یہی کہیں گے بعض حنفی اور دیوبندی علماء اسکے خلاف ہوں یہ نہ ہوں ہم کم از کم ایسی جماعت کو دین کی تبلیغ کیلئے نااہل سمجھتے ہیں۔

اشکال نمبر ۱۱: ''اہل تبلیغ لوگوں پر جبر اور زبردستی کرتے ہیں''

اس اشکال کے تحت زکریا صاحب لکھتے ہیں ایک اعتراض یہ بھی کثرت سے کانوں میں پڑتا رہا ہے کہ اہل تبلیغ لوگوں پر جبر کرتے ہیں اور زبردستی کرتے ہیں، میرا خیال ہے کہ جبر و زبردستی میں اور اصرار والحاء میں بہت فرق ہے، مجھے سکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں جلسوں میں شرکت کی نوبت آئی، اصرار اور ترغیبیں تو بہت کثرت سے دیکھنے آئیں لیکن زبردستی کرتے میں نے دیکھا نہیں اور اصرار کو زبردستی کہنا مشکل ہے۔

یہ تو نظام الدین کے حضرات کا عمل ہے لیکن میرے نزدیک اگر جبر بھی دین کے کاموں میں ہو تو اپنی استطاعت اور قدرت کے موافق کوئی مضائقہ نہیں ''لا اکراہ فی الدین'' کافروں کے حق میں ہے ان کو تلوار کے زور پر مسلمان نہیں کیا جاسکتا لیکن مسلمانوں کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اگر تم میں سے کوئی ناجائز بات ہوتے دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اور اگر اسکی استطاعت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اور اگر اسکی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو کم از کم دل سے برا سمجھے کیونکہ یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے

اسکے بعد زکریا صاحب نے صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کہیں آگ جل رہی ہو اور پروانے اس آگ میں گرنے کے لئے بے قرار ہوں اور ایک شخص ان پروانوں کو آگ میں گرنے سے روکنے کے لئے انہیں زبردستی کھینچ رہا ہو اسی طرح میں بھی تم کو جہنم کی آگ میں گرنے سے روکنے کیلئے اپنی طرف کھینچ رہا ہوں۔

تجزیہ وتعاقب:

اس اشکال کے ازالہ کے طور پر زکریا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس پر ہم یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں کہ زکریا صاحب یہاں تبلیغی جماعت کے ارکین پر عائد ہونے والے جبر کے الزام کی تردید فرمائی ہے یا تصویب فرمائی ہے کیونکہ ایک جانب زکریا صاحب نے اپنا ذاتی تجربہ یہ بیان فرمایا ہے کہ ہزاروں اجتماعات میں شرکت کرنے کے باوجود زکریا صاحب نے جبر کرتے کبھی نہیں دیکھا جبکہ دوسری جانب ''دین میں جبر ہے'' کے اصول کو احادیث سے ثابت کرنے کی سعی بھی فرمائی ہے اب اگر زکریا صاحب کا مشاہدہ صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ اہل تبلیغ کا عمل احادیث کے خلاف ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اہل تبلیغ حسب ضرورت جبر بھی کرتے ہیں تو پھر اسکا مطلب یہ ہوا کہ زکریا صاحب غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہزاروں اجتماعات میں شرکت کرنے والے کے سامنے ایک بھی جبر کا واقعہ پیش نہ آیا ہو۔

معلوم ہونا چاہیے تبلیغ دین فرض کفایہ ہے یعنی امت کے چندافراد بھی یہ کام کریں تو باقی سب پر سے یہ فرض ساقط ہوجاتا ہے اور الحمدللہ ہر دور میں یہ کام اہل علم حضرات بخیروخوبی انجام دیتے رہے ہیں اور چونکہ آج بھی اہل علم کی ایک کثیر تعداد یہ کام کررہی ہے چناچہ تبلیغ دین کا کام باقی امت کیلئے نفل کے درجہ میں ہے اور نوافل پر جبر کرنے کا نہ کوئی جواز ہے اور نہ کوئی ثبوت ہے یعنی زکریا صاحب نے اس اشکال کے تحت جبر پر دلالت کرنے کی خاطر جو احادیث پیش فرمائی ہیں وہ محض دھوکا دہی کی کوشش ہے کیونکہ وہ احادیث تبلیغ دین سے متعلق نہیں بلکہ نہی عن منکر سے متعلق ہیں جو تبلیغی جماعت کے منشور سے یکسر خارج ہے کیونکہ تبلیغی جماعت

کے چھ نمبر مخصوص ہیں اوران چھ نمبروں میں نہی عن المنکر کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

بہر کیف تبلیغی جماعت لوگوں پر جبر کرتی ہے یانہیں اس ضمن میں ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے تبلیغی جماعت میں وقت لگانے والے ایک صاحب جناب تابش مہدی کی ایک کتاب بنام ''تبلیغی جماعت اپنے بانی کے ملفوظات کے آئینہ میں'' سے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں چناچہ تابش مہدی صاحب کتاب مذکور کے ص ۱۶ میں لکھتے ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۶۷ میں تیجی پور ضلع پرتاب گڑھ کے اجتماع میں ایک مشہور تبلیغی واعظ کھڑے ہوئے پہلے انہوں نے فضیلت جہاد کی کئی حدیثیں سنائیں اس کام کو جہاد سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا بھئی اب یہ بتاؤ کہ آپ میں سے کون کون گدھے کی موت مرنا چاہتا ہے ذرا ہاتھ اٹھائیں کسی نے جب ہاتھ نہیں اٹھایا تو موصوف نے فرمایا اچھا وہ بھائی ہاتھ اٹھائیں جو گھوڑے (یعنی مجاہد کی) موت مرنا چاہتے ہیں تو سب کے سب نے ہاتھ اٹھا دیا پھر اس کے بعد فرمایا بھئی سچی بات تو یہ ہے کہ اگر گھوڑے کی موت مرنے کی تمنا دل میں ہے تو کم از کم ایک چلّہ تو اللہ کی راہ میں دینا ہی پڑے گا۔

اور تابش مہدی نے مذکورہ کتاب کے ص ۲۸ پر لکھا ہے.ایک بار جماعت تبلیغ دارالعلوم پہنچی وہاں دارالعلوم کی مسجد میں قیام کیا اور وہیں سے گشت کا پروگرام بنایا.سب سے پہلے جماعت دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولانا فخرالدین کے پاس پہنچی مولانا درس میں مشغول تھے ان میں سے دو افراد نے بڑھ کر شیخ کو دو طرف سے پکڑ لیا اور کہا حضرت اٹھئے زندگی کا آخری وقت ہے اب تو کچھ دین کا کام کر لیجئے کتابوں میں تو پوری زندگی لگادی،اب فیصلہ قارئین کرام خود ہی فرمالیں۔

اشکال نمبر۱۲: ''تبلیغی چلہ کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے''

زکریا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کی طرف سے یہ اشکال بھی کان میں پڑا جس سے زیادہ حیرت ہے کہ چلہ تبلیغ والوں نے کہاں سے نکالا ہے اور اسکی اصل کیا ہے حالانکہ چلہ کی اصل قرآن پاک میں بھی ہے اور حدیث پاک میں بھی ہے اسکے بعد زکریا صاحب نے موسیٰ علیہ السلام کی مثال قرآن سے پیش فرمائی ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے تورات عطاء کرنے کیلئے موسیٰ علیہ سلام کو چالیس دن طور پہاڑ پر قیام کا حکم دیا

اوراسی طرح چالیس کے ہندسہ کومختلف احادیث کے حوالے سے پیش کیا ہے مثلاً ماں کے رحم میں بچے پر تین چلے مختلف حالتوں میں گزرنا اور مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھنے پر جہنم سے برأت والی حدیث اسی طرح چالیس دن تک صدقہ کرنے کی حدیث اور چالیس آدمیوں کی جنازہ میں شرکت سے مرنے والے کی مغفرت کی بشارت والی حدیث اسکے بعد زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ صوفیاء کے یہاں تو چلہ کشی معروف ومشہور چیز ہے ہر چیز کیلئے چلے کرائے جاتے ہیں اعتکاف کے بھی اسماء الٰہیہ کے بھی جو ہر شخص کے حال کے مناسب مشائخ تجویز کرتے ہیں اور حضرت تھانوی قدس سرہ نے تو چپ کا چلہ بھی تجویز فرمایا حضرت قدس سرہ نے ہواخوری سے واپسی کے بعد فرمایا کہ میں نے چلہ سکوت ایجاد کیا ہے لوگ کہتے ہیں کہ کیسا سخت چلہ نکالا ہے، بڑا سخت کام لیتا ہے، یہ چلہ ایسا نکالا ہے کہ بہت ہی مشکل ہے، پھر فرمایا کہنے دو لوگوں کے کہنے کی کہاں تک پرواہ کی جائے ،الحمدللہ متقدمین کی سنت زندہ ہوتی ہے، مفتی محمود صاحب نے نقل فرمایا ہے کہ ایک صاحب نے جن کیلئے حضرت نے چلہ سکوت تجویز کیا تھا انھوں نے ایک تختی تعویذ کی طرح گلے میں لٹکا رکھی تھی جس پر جلی حروف سے ''خاموش'' لکھا تھا۔

اس اشکال کے آخر میں کتاب کے ناشر جناب انیس صاحب کی طرف سے ایک نوٹ بھی درج ہے کہ ''جن حضرات کو چلہ کے دلائل کی تحقیق ہو اور وہ لوگوں کو سمجھانا چاہتے ہوں ان کیلئے یہ بہترین مضمون ہے ،اچھی طرح ذہن نشین کیا جائے''

تجزیہ وتعاقب:

زکریا صاحب نے تبلیغی چلے کی جو اصل اور شرعی حیثیت اس مضمون میں بیان فرمائی ہے اس کو پڑھکر یقین نہیں آتا کہ یہ جناب شیخ الحدیث زکریا صاحب کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں کیونکہ اتنی سطحی اور غیر مدلل تحریر ایک عالم دین کے ہرگز شایان شان نہیں ہے لیکن جب ہم امام شافعیؒ کے اس قول اور رائے کو دیکھتے ہیں کہ ''اگر کوئی شخص صبح کو صوفیت اختیار کرتا ہے تو ظہر کے وقت کے آنے سے قبل وہ احمق ہو چکا ہوتا ہے'' تو یقین ہو جاتا ہے کہ اس قسم کی تحریر ایک صوفی کے قلم سے سرزد ہونا یقیناً ممکن ہے اور ہم جانتے ہیں کہ زکریا

صاحب شیخ الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صوفی بھی ہیں۔

بہر کیف ہم اس اشکال کے سلسلہ میں عرض کرتے ہیں کہ موسی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چالیس نہیں بلکہ تیس راتوں کیلئے طلب فرمایا تھا جو بعد میں دس راتوں کے اضافہ کے بعد چالیس ہوئیں نیز موسی علیہ السلام نے یہ چلہ اللہ کے حکم سے اور اللہ کے کلام کو حاصل کرنے اور سمجھنے کیلئے لگایا تھا تو کیا یہ تبلیغی جماعت والے بھی اللہ سے ہم کلام ہونے کے لئے اور کتاب اللہ حاصل کرنے کیلئے چلے کرر ہے ہیں اور کیا اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کے لوگوں کو چلہ کرنے کا حکم دیا ہے؟ اور کیا موسیٰ علیہ السلام نے خود چلہ کرنے کے بعد اپنی امت کیلئے بھی چلہ تجویز کیا تھا اگر ہاں تو اسکا ثبوت کہاں ہے؟ اور کیا نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی اس سنت پر خود عمل فرمایا تھا یا اپنی امت کو اس سنت پر عمل کرنے کا حکم فرمایا تھا؟ اور کیا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین یا ائمہ کرام یا محدثین کرام میں سے کسی کبھی کوئی چلہ کیا تھا؟ اگر نہیں تو پھر یقیناً یہ ایک بدعت ہے جسے صوفیاء نے ایجاد کیا ہے جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کا باعث کبھی نہیں ہوسکتا۔

اسکے بعد زکریا صاحب نے لکھا ہے کہ چلے کے انسان کے تغیر وتبدل پر اثر انداز ہونے کا ثبوت حدیث شریف میں ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں ہے کہ عورت کے رحم میں نطفہ چالیس روز تک اپنی اصلی حالت پر رہتا ہے پھر وہ خون سے تبدیل ہوجاتا ہے اور چالیس دن تک اسی حالت میں رہتا ہے پھر وہ گوشت میں تبدیل ہوجاتا ہے اور چالیس دن تک اسی حالت میں رہتا ہے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ انسان کی حالت بدلنے میں چلے کی بڑی اہمیت ہے اب ہمارا سوال یہ ہے کہ عورت کے رحم میں پہلے چالیس دن جو نطفہ رہتا ہے کیا اسے انسان کہا جاتا ہے یا دوسرے چلے میں جب وہ خون ہوتا ہے تب اسے انسان کہا جاتا ہے اور باقی چالیس دن جب وہ گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے کیا تب اسے انسان کہا جاسکتا ہے؟ نہیں بلکہ انسان اس وقت بنتا ہے جب ایک سوبیس (۱۲۰) دن کے بعد جب فرشتہ اسمیں روح پھونک دیتا ہے یعنی جو تغیر پہلے دوسرے اور تیسرے چلے کے دوران جنین میں واقع ہوتا ہے اس تغیر کو انسان کا تغیر نہیں بلکہ اس مادے کا تغیر کہا جائے گا جس سے انسان کی تخلیق کی جائے گی پھر سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا انسان کے جسم کا تغیر محض تین چلوں تک محدود ہوتا ہے؟ نہیں بلکہ یہ تغیر تو مکمل نو ماہ تک ماں

کے رحم میں جاری رہتا ہے اور پیدائش کے بعد سے لیکر مرتے دم تک انسان کے جسم کا یہ تغیر جاری ہی رہتا ہے پس اس قسم کے دلائل کی بنیاد پر یہ کہنا کہ انسان کے تغیر وتبدل میں چلے کا بڑا ہاتھ ہے محض جہالت ہے کیونکہ اگر کسی عدد کے قرآن میں آجانے سے وہ عدد کسی عمل پر دلیل بن جاتا ہے تو پھر ہر باطل گروہ اور مذہب قرآن وحدیث سے اس قسم کی مثالیں پیش کرنا شروع کردیگا مثال کے طور پر قرآن میں بارہ (۱۲) کا عدد آیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصاء کو زمین پر مارا تو زمین سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اب اگر اس عدد کو دلیل بنا کر شیعہ اپنے بارہ اماموں کا ثبوت قرآن سے دینا شروع کردیں تو کیا اسے تسلیم کرلیا جائے گا اسی طرح قرآن میں ہے کہ یوسف علیہ السلام نے خواب میں گیارہ ستارے دیکھے تو اب اگر حنفی بریلوی حضرات اسکو گیارھوں شریف کی دلیل بنالیں تو کیا یہ بھی تسلیم کرلیا جائے گا اسی طرح دیگر باطل مذاہب بھی اپنے اپنے مذہب کو ثابت کرنے یا اپنے کسی غیر شرعی عمل کو شریعت ثابت کرنے کیلئے قرآن وحدیث سے دلیل لے سکتے ہیں لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ کسی بھی عمل کو شرعی عمل ثابت کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس عمل کو نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام سے ثابت کیا جائے یا کوئی دوسرا عمل ایسا ثابت کیا جائے جس پر اپنے اس عمل کو قیاس کیا جاسکے نیز یہ قیاس ضعیف یا موضوع احادیث کی بنیاد پر نہیں بلکہ صحیح احادیث کی بنیاد پر ہونا چاہیے مگر زکریا صاحب نے اس چیز کا اہتمام فرمانے کی کبھی تکلیف گوارا نہیں کرتے جیسا کہ چلے کی فضیلت میں بھی بعض ضعیف اور موضوع روایات سے استدلال کیا گیا ہے مثلاً ایک حدیث یہ نقل فرمائی ہے کہ ”نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص چالیس دن تک اخلاص کے ساتھ اس طرح نماز ادا کرے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو اسکو دو پروانے ملتے ہیں ایک جہنم سے آزادی کا اور دوسرا نفاق سے برأت کا“ اس حدیث کو امام ترمذی نے سنن میں روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ روایت انس سے موقوفاً مروی ہے یعنی یہ اللہ کے رسول ﷺ کا کلام نہیں بلکہ انسؓ کا اپنا قول ہے، اسکو صرف قتیبہ نے طعمہ بن عمرو سے مرفوعاً روایت کیا ہے نیز حافظ ابن حجرؒ کہا ہے کہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو منقطع سند سے روایت کیا ہے اس جرح سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا نبی کریم ﷺ کا فرمان ہونا صحیح سند سے ثابت نہیں ہے اسی طرح مولانا زکریا صاحب نے بعض دیگر احادیث بھی پیش فرما کر چلہ کو قیاس سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر ان احادیث کا حال بھی مندرجہ بالا حدیث سے زیادہ

مختلف نہیں ہے نیز ان احادیث سے کسی بھی محدث یا امام یا فقیہ نے چلہ کی فضیلت ثابت نہیں کی بلکہ وہ تو اس چلہ سے واقف بھی نہیں تھے جو جاہل صوفیاء نے ایجاد کیا اور تبلیغی جماعت کے اکابرین نے اپنے اور اپنی جماعت کیلئے اختیار کیا ہے، اس ضمن میں زکریا صاحب نے اپنے مرشد تھانوی صاحب کے ایجاد کردہ چپ کے چلہ کا بھی تذکرہ کیا ہے اور تصویب فرمائی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ صوفی حضرات کو صرف شریعت محمدی ﷺ کو اپنے لئے لائق اتباع نہیں سمجھتے بلکہ غیروں کے طور طریقوں میں پناہ ڈھونڈنا یا خود ہی ایجادات کرتے رہنا ان کی عادت ہے جیسا کہ یہاں زکریا صاحب نے خود اعتراف کیا ہے کہ چپ کا چلہ تھانوی صاحب کی ایجاد کردہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانیوالی ہے اور وہ مجنون شخص جس نے پیر صاحب کے کہنے پر ''خاموش'' کی تختی گلے میں لٹکا رکھی تھی جب لوگ اسکو اس حال میں دیکھتے ہوں گے تو کیا کہتے ہوں گے مگر ان احمقوں کو فخر ہے کہ وہ نیکی کا عمل کر رہے ہیں حالانکہ یہ نیکی نہیں بلکہ نیکی سے محرومی کا سبب ہے مثلاً کیا یہ شخص جس نے چپ کی تختی گلے میں لٹکا رکھی تھی کیا کسی سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتا تھا یا نہیں اور خود کسی کو سلام کہتا تھا یا نہیں اگر نہیں تو نیکی سے محرومی ہوئی یا نہیں؟ اسی طرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر بھی نیکی ہے اب کیا یہ شخص اس حالت میں کسی کو نیکی کا حکم دیتا تھا یا برائی سے روکتا تھا یا نہیں؟ اور کیا یہ اپنے والدین اور بیوی بچوں سے بات کرتا تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر اسکا یہ چلہ اسکے لئے نیکی سے محرومی کا سبب بھی لازم ہوا۔

تبلیغی جماعت کا یہی طریقہ اور اصول ہے کہ لوگوں کو برائیوں سے نہ روکا جائے بلکہ انہیں اپنے ساتھ لیکر خروج کیا جائے اور چلے اور سہ روزے لگائے جائیں اس طرح ماحول بدل جانے سے وہ خود بخود برائی چھوڑ دیں گے اور یقیناً ایسا ہوتا بھی ہے کہ بہت سے لوگ متعدد اخلاقی برائیوں کو ترک کر دیتے ہیں اور نماز روزہ کے پابند ہو جاتے ہیں، داڑھی رکھ لیتے ہیں اور ٹوپی اور تسبیح پکڑ لیتے ہیں اور اسی وجہ سے عوام الناس کی اکثریت تبلیغی جماعت سے بہت جلد متاثر ہو جاتی ہے اور پھر تبلیغی جماعت کے منہج کے خلاف آواز بلند کرنے والے اہل علم کی پکار پر کان دھرنے کو بھی تیار نہیں ہوتی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت بھی علماء کی کثیر تعداد تبلیغی جماعت سے اتفاق نہیں رکھتی لیکن مصیبت یہ ہے کہ آج ہم اس دور میں سانس لے رہے ہیں

جہاں لوگ دلائل کو نہیں بلکہ عوام کی اکثریت کو دیکھتے ہیں اور کسی بھی چیز کے ظاہر سے بہت جلد متاثر ہو جاتے ہیں حالانکہ تبلیغی جماعت کے ان بعض ظاہری فوائد کے مقابلے میں نقصانات کی فہرست بہت طویل ہے مثال کے طور پر:

اولاً: اصلاح کے مقصد کے تحت لوگوں کو انکے ماحول سے دور لے جانا کبھی بھی کسی نبی کا طریقہ نہیں رہا بلکہ یہ عیسائی راہبوں کی ایجاد کردہ مذموم بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لیجانیوالی ہے پھر اس بدعت میں چلہ کی پابندی کا اضافہ تبلیغی جماعت کے اکابرین کی اپنی ذہنی اختراع ہے، پس چلہ سے حاصل ہونے والے بعض ظاہر فوائد اسکے بدعت ہونے کی برائی پر غالب نہیں آ سکتے۔

ثانیاً: چلے کے نتیجہ میں کسی بھی شخص کے اہل وعیال کے حقوق کی جو حق تلفی ہوتی ہے اور وقت، پیسہ، کاروبار اور نوکری کا جو حرج ہوتا ہے وہ اکثر اوقات نا قابل تلافی ہوتا ہے۔

ثالثاً: تبلیغی جماعت میں شامل ہونے سے قبل اکثر اوقات عام آدمی بے عمل ضرور ہوتا ہے مگر بدعقیدہ نہیں ہوتا لیکن تبلیغی جماعت میں شامل ہونے کے بعد وہی شخص باعمل مگر بدعقیدہ ہو جاتا ہے کیونکہ تبلیغ کے اجتماعات میں فضائل اعمال سے ہر روز ایسی حکایات پڑھ پڑھکر سنائی جاتی ہیں جو رفتہ رفتہ انسان کے عقیدہ کو باطل کر دیتی ہیں۔

رابعاً: اعمال صالح کی قبولیت کا دارومدار عمل کی سنت کے مطابق ہونے پر ہے جبکہ تبلیغی جماعت کی دعوت سنت رسول کو تھامنے کی نہیں بلکہ ائمہ کی سنت کو تھامنے کی ہے اسی لئے ہر شخص کو اپنے اپنے کنویں کا پانی پینے کی دعوت دی جاتی ہے اس اعتبار سے تبلیغی جماعت کے لوگوں کی نماز اور روزہ اور دیگر ذکر و اذکار باطل ہیں کیونکہ اس جماعت کا بنیادی مقصد ہر شخص کو اپنے اپنے امام کا پابند کرنا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ یہ چلے اور مراقبے صوفیاء کی ایجاد کردہ بدعات ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

اشکال نمبر ۱۳: ''تبلیغ کو انگریزوں کی طرف پیسے ملتے تھے''

زکریا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک قدیم اور بہت پرانا اعتراض جو ابتداء میں تو اپنی جماعت میں

بہت زوروں سے چلا اخبارات واشتہارت میں مخالفین نے اسے بہت اچھالا لیکن مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اورحضرت مدنی کی تردید کے بعد اپنی جماعت تو اس کو علی الاعلان ذکر نہیں کرتی لیکن علیحدگی میں اشارتاً کنایۃً اب بھی یاددھانی کرتے رہتے ہیں اور دوسری جماعتوں والے اس وقت بھی اپنے اشتہارت کی موٹی اورجلی سرخیوں اور رسائل میں لکھتے رہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس تبلیغ کو ابتداء میں انگریزوں کی طرف سے پیسے ملتے تھے یہ روایت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی طرف سے مکالمۃ الصدرین سے نقل کی گئی اس میں لکھا ہے کہ ’’مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب کی اس تحریک کو بھی ابتداً حکومت کی طرف سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہوگیا‘‘ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اپنی جماعت کے ذمہ دار افراد میں سے تھے اور جمعیت العلماء کے ناظم عمومی تھے اور تبلیغ کے خاص معاونین میں سے تھے انکی شہادت ایسی نہیں تھی کہ اسکو نظر انداز کردیا جائے اس لئے اس روایت نے بہت شہرت پکڑی لیکن چند ماہ بعد حضرت شیخ الاسلام مدنی نے اسکی تردید میں ایک رسالہ کشف الحقیقت لکھا اوراس میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی طرف سے اپنے اس قول کی تردید لکھی۔

تجزیہ وتعاقب:

اس اشکال کے ضمن میں ہم اپنی ذاتی رائے سے صرف نظر کرتے ہوئے محض بعض تاریخی حقائق کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کررہے ہیں تا کہ اس اشکال کی صداقت اور حقیقت کو جانچا جاسکے پس اس ضمن میں معلوم ہونا چاہیے کہ دین اسلام کی بقا کا دارمدار تین چیزوں پر ہے، اگر اسلام میں سے ان تین چیزوں یا تینوں میں سے کسی ایک چیز کو بھی خارج کردیا جائے تو اسلام بطور دین باقی نہیں رہے گا بلکہ دیگر تمام مذاہب کی طرح اسلام کا محض نام باقی رہ جائے گا اور اسکی روح اور امتیازی حیثیت ختم ہوکر رہ جائے گی اور وہ تین بنیادی چیزیں یہ ہیں۔

اولاً عقیدہ (بالخصوص عقیدہ توحید ورسالت)

ثانیاً شریعت (شریعت کے ماخذ قرآن وحدیث)

ثالثاً کفر اور اسلام کی تفریق (تفریق کی ایک عملی صورت جہاد اسلامی)

برصغیر پر انگریزوں کے دور حکومت کے دوران تین ایسی جماعتیں وجود میں آئیں جو بظاہر ایک دوسرے سے مختلف طرز عمل رکھتی تھیں مگر طرز عمل کے اختلاف کے باوجود انجام یا مقصد کے اعتبار سے تینوں جماعتیں ایک دوسرے سے حیرت انگیز حد تک قربت رکھتی تھیں نیز ان تینوں جماعتوں کے قائدین بھی صوفیت کے کسی نہ کسی خانودہ تعلق رکھتے تھے یا رکھ چکے تھے اور صوفیت کفر اور اسلام کی تفریق کو تسلیم نہیں کرتی یعنی صوفیاء کے نزدیک سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے اور یہ چیز قابض انگریزوں کیلئے بڑی خوش آئیند تھی چناچہ صوفیت کی کوکھ سے انگریز کے مفاد میں ہندوستان میں تین جماعتیں وجود میں آئیں۔

(۱) قادیانی

(۲) منکرین حدیث

(۳) تبلیغی جماعت

ان میں سے قادیانی حضرات نے چونکہ براہ راست عقیدہ پر حملہ کیا تھا چناچہ اہل علم حضرات اور خاص طور پر اہلحدیث علماء نے اسکا فوری طور پر نوٹس لیا اور غلام احمد قادیانی کا مرتے دم تک پیچھا کیا جس کے نتیجہ میں الحمدللہ اس جماعت کا صرف ہندوپاک سے ہی نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا سے بوریا بستر گول ہو گیا اسی طرح منکرین حدیث نے بھی چونکہ شریعت کے ایک اہم ترین ماخذ یعنی حدیث رسول ﷺ کی حجیت سے انکار کیا اور قرآن کی من مانی تفسیر کا دروازہ کھولا چناچہ انکا بھی اہل علم نے سختی سے نوٹس لیا اور انکا دائرہ اثر بھی ایک خاص طبقہ تک محدود ہو کر رہ گیا جبکہ تبلیغی جماعت قادیانی اور منکرین حدیث دونوں مشابہت رکھتی ہے اسکی قادیانیوں سے مشابہت کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح قادیانی نبی نے ہندوستان میں انگریز کے خلاف جہاد کو ناجائز اور منسوخ قرار دیا اسی طرح تبلیغی جماعت نے جہاد کی منسوخی کا فتویٰ دیئے بغیر ہی جہاد سے عملاً علیحدگی اختیار کر لی اور انگریز کے خلاف کسی تحریک اور تنظیم کا ساتھ نہیں دیا تبلیغی جماعت کے اس طرز عمل سے لوگوں کے ان بیانات کو تقویت ملی جو اس جماعت کو انگریز کا وظیفہ خوار کہتے تھے اور آج بھی دنیا میں جہاں کہیں کوئی جہاد ہو رہا ہے اسمیں تبلیغی جماعت کی کوئی نمائندگی نہیں ہے مثلاً افغانستان پر روس کے قبضہ کے

وقت جب تمام عالم اسلام کے علماء نے جہاد کا فتویٰ دیا تو تبلیغی جماعت نے وہاں مجاہدین کا ساتھ نہیں دیا بلکہ جو مجاہدین وہاں جہاد کر رہے تھے یہ تبلیغی جماعت والے ان مجاہدین کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کے بجائے انہیں چلے کی دعوت دے رہے تھے اور تبلیغی جماعت کی منکرین حدیث سے مشابہت اس طرح ہے کہ تبلیغی جماعت قول رسول ﷺ کو شریعت کے ماخذ کے طور پر تسلیم کرنے کے باوجود اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ اپنے اپنے کنویں کا پانی پیو یعنی قول رسول ﷺ پر عمل کرنے کے بجائے اپنے اپنے امام کے قول پر عمل کرو اسی طرح دینی مسائل کی تعلیم سے روکا جاتا ہے اور مسائل کو انتشار وافتراق کا موجب قرار دیا جاتا ہے حالانکہ اگر مسائل کا اختلاف امت کے انتشار وافتراق کا موجب ہوتا تو یہ انتشار وافتراق سب سے پہلے صحابہ کرام پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں پیدا ہوا ہوتا کیونکہ مسائل میں اختلاف صحابہ کرام کے دور سے پایا جاتا ہے لیکن خیر القرون میں مسائل کے اختلاف کے باعث انتشار وافتراق کی ایک بھی مثال نہیں ملتی البتہ خیر القرون میں عقائد کے اختلاف سے امت مسلمہ میں انتشار وافتراق ضرور پیدا ہوا اسی طرح بعض سیاسی اختلافات بھی کشیدگی اور جنگ جدال کا باعث بنے پس جو لوگ بھی مسائل کے اختلاف کو امت کے انتشار وافتراق کا سبب گردانتے ہیں اور مسائل کی تعلیم سے اپنی عوام کو روکتے ہیں وہ لوگ درحقیقت مکار اور دھوکے باز ہیں کیونکہ انکے بعض مسائل ایسے ہیں جن بیان سے انکے باطل عقائد عوام الناس کے سامنے آجاتے ہیں نیز مسائل کے سلسلہ میں اپنے اپنے امام کی بالادستی قائم کرنے کا جنون ہی درحقیقت انتشار و افتراق کا سبب بنتا ہے ورنہ دلائل اور ذاتی فہم کے اعتبار سے علماء کے مابین مسائل میں اختلاف ہمیشہ رہا ہے اور آج بھی ہے مثلاً اہلحدیث علماء کے مابین متعدد مسائل میں اختلاف ہے لیکن مسائل کے اختلاف کی وجہ سے کسی قسم کا انتشار وافتراق اہلحدیث کے درمیان کبھی نہیں رہا البتہ اگر کسی سیاسی یا انتظامی مسئلہ پر آپس میں اختلاف ہو تو وہ ایک فطری امر ہے۔

اب رہا تبلیغی جماعت کو انگریز کی طرف سے امداد ملنے کا مسئلہ تو یہ اسی جماعت کے ذمہ دار افراد کی شہادت ہے جیسا کہ مولانا زکریا صاحب نے لکھا ہے اس لئے شیخ مدنی کی تردید سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ کوئی بھی مجرم اپنے جرم کا برملا اظہار نہیں کرتا بلکہ اسے گواہوں اور ثبوتوں کی بنیاد پر ہی سزا ملتی ہے اب

گواہی یہاں اس جماعت کے اپنے گھر کی موجود ہے اور ثبوت کے طور پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

﴾انگریزوں کے خلاف جولوگ لڑ رہے تھے ان میں مولوی فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی بھی تھے ایک دن اچانک ان کو دیکھا گیا کہ بھاگے جارہے ہیں اور کہتے جارہے ہیں کہ لڑنے کا کیا فائدہ خضر علیہ السلام کو تو میں انگریزوں کی فوج میں دیکھ رہا ہوں ☆ سوانح قاسمی صفحہ ۱۰۳ جلد۲﴿

اب اگر بقول تبلیغی جماعت کے دیوبندی اکابرین کے نزدیک خضر علیہ السلام انگریزوں کی فوج کی مدد کر سکتے ہیں تو پھر تبلیغی جماعت کے اکابرین اگر پیسہ لے کر انگریز کیلئے کام کریں تو اسمیں برائی کیا ہے اور تبلیغی جماعت کے لوگوں کو اس الزام پر برا منانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

اشکال نمبر۱۴: ’’اہل تبلیغ تھانوی صاحب کی کتابوں سے روکتے ہیں‘‘

اس اعتراض کو نقل کر کے زکریا صاحب نے اسکی پرزور تردید فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ تبلیغ کے نصاب میں تھانوی صاحب کے بہشتی زیور کو ہر شخص پڑھتا ہے اور پڑھنے کی تاکید بھی کی جاتی ہے، اور حضرت دہلوی کا مشہور ارشاد ہے جو بیسیوں جگہ شائع ہو چکا ہے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طرز میرا ہو نیز تبلیغی نصاب میں خاص طور سے جزاء الاعمال کی تاکید کثرت سے ہے۔

تجزیہ وتعاقب:

تبلیغی جماعت ایک جانب یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ فرقہ واریت کے خلاف ہے اور دوسری جانب زکریا صاحب خود مولانا الیاس صاحب کا یہ قول نقل کر رہے ہیں ’’تھانوی صاحب کی تعلیمات ہوں اور طرز میرا ہو‘‘ اب سوال یہ ہے کہ کیا مولانا اشرف علی صاحب تھانوی شخصیت ایسی ہے جس کی تعلیمات تمام مسلمانوں کیلئے قابل قبول ہوں؟ صاف ظاہر ہے کہ نہیں تو پھر کیا تبلیغی جماعت کے بانی کی طرف ایک متنازعہ فی شخصیت کی تعلیمات کو عام کرنے کا اعلان کرنا تبلیغی جماعت کا دیگر فرقوں کی طرح ایک فرقہ ہونا ثابت نہیں کرتا؟ تبلیغی جماعت دعویٰ کرتی ہے کہ ہم مسائل کی نہیں صرف فضائل کی بات کرتے ہیں اب

سوال یہ ہے کہ کیا تھانوی صاحب کی تعلیمات اور خاص طور پر بہشتی زیور فضائل پر مشتمل ہے یا مسائل پر؟

تبلیغی جماعت کے عام کارکنان کے بارے میں ہم یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ اس جماعت کے لئے ان کا اخلاص اور قربانیاں بے مثال ہیں وہ اپنے اوقات، اپنی محنت اور اپنا سرمایہ جس طرح بے دریغ اس جماعت کی ترویج وترقی میں خرچ کرتے ہیں وہ قابل تعریف ہے لیکن انھیں یہ بات جان لینی چاہیے کہ انکا اس ساری مساعی سے آخرت میں کسی صلہ یا ثواب کی توقع رکھنا فضول ہے اولاً اس لئے کہ خواہ لاعلمی ہی میں سہی مگر اس جماعت کے ذریعہ وہ دین اسلام کو منہدم کرنے کی سازش میں شریک ہورہے ہیں اور ثانیاً اس لئے کہ بانی جماعت مولانا الیاس صاحب اس تمام مساعی کا ثواب مولانا اشرف علی تھانوی کی روح کو پہلے ہی ہدیہ کر چکے ہیں ثبوت کے طور پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

﴿ بانی جماعت تبلیغ مولانا الیاس صاحب فرماتے ہیں، حضرت تھانوی کے ایصال ثواب کا بہت اہتمام کیا جاوے ہر طرح کی خیر سے ان کو ثواب پہنچایا جاوے کثرت سے قرآن شریف ختم کرائے جاویں، یہ ضروری نہیں کہ سب اکھٹے ہوکر ہی پڑھیں بلکہ ہر شخص کا تنہائی میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے، تبلیغ میں نکلنے کا ثواب سب سے زیادہ ہے اس لئے اس صورت سے زیادہ پہنچاؤ ☆ مکاتیب الیاس ص ۱۳۷ ﴾

پس معلوم ہوا کہ جماعت کے خروج وغیرہ کا یہ سب پروگرام اپنے صوفی اکابرین کی خوشنودی کے حصول کے لئے ہے اور زکریا صاحب اور مولانا الیاس صاحب کا تھانوی صاحب اور ان کی تعلیمات سے یہ لگاؤ ثابت کرتا ہے کہ تبلیغی جماعت کا دین کی تبلیغ کا دعویٰ جھوٹا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ جماعت دین کی تبلیغ کی آڑ میں اپنے دیوبندی مذہب کی نشرواشاعت چاہتی ہے۔

اشکال نمبر۱۵: ''مولانا الیاس ہر قسم کے لوگوں سے ملتے تھے''

اس اشکال کے تحت زکریا صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے وہ غیر واضح اور نہایت مختصر ہے اسلئے ہم اس اعتراض کے متعلق کچھ بھی عرض کرنے سے قاصر ہیں۔

اشکال نمبر۱۶: ’’تبلیغ والے اعتراضات کی طرف التفات نہیں کرتے‘‘

زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ تبلیغ والوں پر یہ بھی مستقل اعتراض ہے کہ وہ معترضین کے اعتراضات کی طرف التفات نہیں کرتے میرے نزدیک یہ اعتراض لغو ہے اسلئے کہ بلاتعین گول مول اعتراض کی طرف کون توجہ کرسکتا ہے بالخصوص تبلیغی حضرات کواپنے مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں رہی کہ ایسے لغو اعتراضات کہ ’’تبلیغ والے ایسا کرتے ہیں‘‘ کی طرف التفات کریں، اکابرین نے بھی کبھی التفات نہیں کیا حضرت حکیم الامت پر ہمیشہ کتنے اعتراضات کی بوچھار ہر طرف سے رہی حضرت کا ارشاد ہے کہ اعتراضات سے تو انسان کسی حالت میں بھی نہیں بچ سکتا نیک ہو یا بد عالم ہو یا جاہل بس اسلم یہ ہے کہ معترضین کو بکنے دیں اور سمجھ میں آئے کریں۔

اسی اشکال کے تحت مثالیں پیش کرتے ہوئے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک گمنام خط حضرت تھانوی کی خدمت میں آیا حضرت حکیم الامت نے فرمایا جوابی تو ہے نہیں جس کے جواب کی ضرورت ہو اسکو علیحدہ رکھئے پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں پھر فرمایا مئو ضلع اعظم گڑھ میں دوران وعظ ایک شخص نے ایک پرچہ لاکر مجھکو دیا اور دیتے ہی چلا گیا میں نے بعد وعظ کے وہیں پر چراغ میں بلا پڑھے اسکو جلا دیا یعنی تبلیغی جماعت کے اکابرین کے نزدیک ہر شخص کا اعتراضات قابل التفات یا قابل جواب نہیں ہوتا بلکہ اعتراضات کی قبولیت کی کچھ شرائط ہیں اور ان شرائط میں سے ایک شرط کو بیان کرتے ہوئے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے مؤتمر الانصار کے جلسہ میں میرٹھ کے اندر علی الاعلان کہہ دیا تھا کہ جن صاحبان کو شبہات پیش آتے ہیں وہ چالیس روز ہمارے پاس رہیں اور سارے شبہات ایک پرچہ پر لکھ کر دیں اور اس عرصہ میں اپنی زبان بند رکھیں انشاء اللہ سارے شبہات حل ہو جائیں گے، اور ایک جگہ تھانوی صاحب کا ارشاد ہے کہ یہ زمانہ نہایت ہی پرفتن ہے جو غریب اپنے مسلک اور مشرب اور اپنے بزرگوں کی طرز پر رہے اور سلف کا مذہب اختیار کرلے سب اسکے پیچھے پڑ جاتے ہیں کسی طرح چین نہیں لینے دیتے چنانچہ اس جرم میں میرے حال پر بھی بعض کی عنایت ہے مگر الحمدللہ میں التفات نہیں کرتا اور

ایک جگہ ارشاد ہے کہ اگر معترضین کے کہنے کا خیال کیا جائے تو زندگی محال ہے اس واسطے آدمی کو چاہیے کہ اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ صاف رکھے اور دنیا کو بکنے دے۔

زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ جب جماعتیں نظام الدین سے جاتی ہیں تو ان کو بہت اہتمام اور تفصیل سے روانگی کے وقت ہدایات دی جاتی ہیں اور نظام الدین کی مسجد میں ایک بڑے تختے پر ایک مضمون چسپاں ہے تاکہ ہر شخص ہر وقت اس کو دیکھا کرے وہ مضمون حسب ذیل ہے کہ تبلیغ میں جانے والے حضرات کو خاص طور سے ان امور کی رعایت رکھنی چاہیے ورنہ منافع سے زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے:

ہر کلمہ گو اور علم والے کا دل سے اکرام واحترام کریں اور اسکی مشق کریں، دوسروں کے عیوب سے اپنی آنکھیں بند کریں اور اپنے عیوب تلاش کریں، بیان اور تعلیمی حلقوں اور مجلسوں میں کسی طبقہ یا جماعت یا فرد پر نکیر یا طنز نہ کریں، جو لوگ جماعت میں وقت نہ لگا سکیں ان کی بھی تنقیص نہ کریں، ہر علاقہ کے بزرگان دین اور علماء اور مشائخ سے استفادہ اور دعا کی نیت سے ملیں اور ہر ایک تعلق والوں سے اکرام ومحبت کے ساتھ ملکر کام کریں۔

تجزیہ وتعاقب:

گذشتہ صفحات میں اشکال نمبر ۱۱ کے تحت زکریا صاحب کی نقل کردہ یہ حدیث قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ''حضور اقدس ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اگر تم میں سے کوئی ناجائز بات ہوتے دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اور اگر اسکی استطاعت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو کم از کم دل سے برا سمجھے کیونکہ یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے'' اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تبلیغی جماعت یا اسکے نصاب یعنی فضائل اعمال پر ہم یا کوئی دوسرا شخص اعتراض کرتا ہے تو کیا ہم اسکے منکر پر اعتراض کرتے ہیں یا اس چیز یا کام پر اعتراض کرتے ہیں جو دین اسلام میں پہلے سے معروف ہے؟ یا کم از کم اتنا تو ضرور ہی ہے کہ معترض کے نزدیک وہ بات یا وہ کام مشتبہ ہے اور کسی بھی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کام کو منکر یا مشتبہ سمجھنے کے باوجود اسمیں ملوث ہو کیونکہ کسی کام کو دل سے برا سمجھنا ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے اور دل سے

برا سمجھنا اسی صورت میں معتبر ہے جب مسلمان اس منکر کام سے دور رہے اور اس منکر کا ارتکاب کرنے والے گروہ میں شامل افراد سے قلبی تعلق بھی نہ رکھے۔

اب اگر اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی کتب اور ملفوظات کا جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی کتب وارشادات میں عقیدہ وحدۃ الوجود اور عقیدہ حلول بھرا پڑا ہے اب اگر کوئی چالیس دن تک زبان بند رکھ کر چلہ کرے تو کیا اسے ان کفر اور الحاد سے بھری ہوئی کتابوں پر اعتراضات کا جواب مل جائے گا؟ نہیں بلکہ درحقیقت منکر کی مخالفت کرنے کے بجائے چالیس دن تک منکر کی تائید ونصرت کرنے کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اس شخص کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے ،کانوں میں ثقل پیدا کر دیتا ہے اور دل پر مہر لگا دیتا ہے چناچہ اب اس شخص کو کوئی اشکال باقی ہی نہیں رہ جاتا ہے اسی لئے جب تبلیغی جماعت پر جب یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ تمہارے نصاب یعنی فضائل اعمال میں کفر والحاد کی باتیں موجود ہیں تم اس کتاب کو کیوں پڑھتے ہو اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہو تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے مرکز میں آؤ اور ہمارے ساتھ چلہ لگاؤ تو تم کو اسکا جواب مل جائے گا اب سوال یہ ہے کہ اس کتاب میں موجود کفر و الحاد کی باتوں کا چلہ کاٹنے سے کیسے جواب مل جائے گا؟ کیا چلے کے دوران اس کتاب کے قابل اعتراض اجزاء کی شرح کی جاتی؟ اگر ہاں تو پھر ان اعتراضات کے جوابات ان لوگوں کو کیوں نہیں آتے جو زندگی بھر چلے لگاتے رہے ہیں؟ اور اگر نہیں تو پھر چلے کاٹنے سے ان اعتراضات کا جواب کس طرح مل جائے گا؟ پس صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اس جماعت کے ساتھ چند چلے لگا لیتا ہے وہ عقل سے پیدل ہو جاتا ہے پھر اسے کوئی اشکال باقی ہی نہیں رہ جاتا، وہ اس جماعت کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور اسے کفر والحاد میں ڈوبی ہوئی حکایات عین دین وشریعت نظر آتی ہیں، شاید اسیلئے تصوف کے بارے میں امام شافعیؒ فرمایا کہ:

﴿تصوف کی بنیاد جنون اور حماقت پر ہے، پس جو شخص صبح کو تصوف میں قدم رکھے گا وہ ظہر کا وقت آنے سے قبل احمق ہو جائے گا ☆ صفۃ الصفوۃ صفحہ۱۰﴾

لیکن اس پاگل پن کو عام لوگوں پر پوری طرح ظاہر ہونے میں کچھ وقت لگتا ہے البتہ جب اس قسم کے لوگ پوری طرح فاطر العقل ہو چکتے ہیں تو پھر ان مجنوؤں اور احمقوں کو صوفیاء کے اصطلاح میں مجذوب

کہا جاتا ہے اور ایسے ہی کئی مجذوبوں کے قصے اور نام زکریا صاحب نے فضائل اعمال میں بھی قلم بند کئے ہیں اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے اس قول سے کہ ''مخالفین کو بکنے دو اور اپنا کام جاری رکھو'' یہ بات بھی عیاں ہوگئی کہ یہ بدعتی صوفی کسی کی نصیحت پر کان نہیں دھرتے اسکے باوجود مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے سلف کے مذہب پر ہونے کا دعویٰ کیا ہے کیا جبکہ ہمارے سلف صالحین یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین، ائمہ کرام، محدثین اور علماء کرام ایسے نہیں تھے کہ جو جی میں آئے کرتے رہیں اور کسی اعتراض کرنے والے کی بات پر کان نہ دھریں البتہ اشرف علی صاحب تھانوی کے سلف یعنی صوفیاء کا یقیناً یہی طرز عمل رہا ہوگا کہ کسی کی بات پر کان نہ دھرنا اور اپنی کرتے رہنا اور شاید اسی لئے یہاں تھانوی صاحب نے سلف صالحین کے بجائے صرف ''سلف'' کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے کیونکہ سلف کا معنی ہے گذرے ہوئے لوگ اور گذرے ہوئے لوگوں میں نیک، صالح اور اچھے عقیدہ والے لوگ بھی ہیں اور بدعتی، ملحد، مشرک اور بے دین لوگ بھی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ **فجعلناهم سلفا ومثلا للاخرين☆سورة الزخرف٥٦** ﴾

یعنی ''ہم نے فرعون اور اسکے ساتھیوں کو قصہ پارینہ کر دیا اور بعد والوں کیلئے نشان عبرت بنا دیا'' اور اشرف علی صاحب تھانوی نے جو عقائد اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں وہ سلف صالحین اور اچھے لوگوں کے عقائد نہیں بلکہ بدعتی اور خرافی لوگوں کے عقائد ہیں اور تبلیغی جماعت کے ارکین و اکابرین کے نزدیک قابل اتباع سلف یہی بدعتی اور خرافی لوگ ہیں جیسا کہ حکایات صحابہ کے ابواب میں زکریا صاحب نے صحابہ کرام کے زہد و تقویٰ اور ایثار و قربانی کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں پھر اسکے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

﴿ ان کا اتباع نہ اب ہوسکتا ہے اور نہ ہر شخص کو کرنا چاہیے کہ قویٰ ضعیف ہیں جس کی وجہ سے تحمل بھی ان کا اس زمانے میں دشوار ہے☆ حکایات صحابہ ص ۵۰ ﴾

جبکہ صوفیا کے محیر العقل کارنامے اور غیر معقول وغیر شرعی معمولات کی تائید فرماتے ہوئے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ بزرگوں کے یہ معمولات اس وجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے ان کو پڑھ لیا جائے یا کوئی تفریحی فقرہ ان پر کہہ دیا جائے بلکہ اس وجہ سے لکھے جاتے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق ان کا اتباع کیا جائے اور حتی الوسع پورا کرنے کا اہتمام کیا جاوے☆ فضائل رمضان ﴾

تبلیغی نصاب میں فضائل کے تقریباً تمام ہی ابواب صوفیہ کی تعریف وتوصیف اور اقوال واعمال سے بھرے ہوئے ہیں جو اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ اس جماعت کا اصل مقصد مسلمانوں کی دینی تعلیم وتربیت نہیں بلکہ صوفیت کی ترویج واشاعت ہے زکریا صاحب کو یہ اعتراف ہے کہ عبادت اور ذکر کے ضمن میں جو بھی طریقے انھوں نے اختیار کر رکھے ہیں وہ صحابہ کرام سے ثابت نہیں اسکے باوجود چونکہ ان طریقوں کے بغیر صوفیت کی ترویج ناممکن ہے اسلئے اس حقیقت کی تاویل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کو حضور اقدس ﷺ کے فیض صحبت سے یہ قوت قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی ، حضور ﷺ کے زمانے سے جتنا بعد ہوتا گیا اتنی ہی قلب کے لئے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی ☆ فضائل ذکر ص ۴۴ ﴾

اس کے بعد زکریا صاحب نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ’’ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں ‘‘ اس حدیث کو نقل کرکے زکریا صاحب نے خود اسے ضعیف قرار دیا ہے لیکن اسکے باوجود اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریاکار یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیے کہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائے گا جب نہایت کثرت اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہوسکتی ☆ فضائل ذکر ص ۴۵ ﴾

حالانکہ ذکر بالجہر اسلام میں ناجائز ہے **صحیح بخاری کتاب الجھاد والسیر باب مایکرہ فی رفع الصوت بالتکبیر** میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ’’ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جب کسی وادی میں اونچی جگہ پر چڑھتے تو زور سے تکبیر کہتے یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے آپ

کوقابو میں رکھوتم کسی بہرے اور غائب کونہیں پکارتے ہو، تم سننے اور دیکھنے والے کو پکارتے ہو' اس حدیث سے معلوم ہوکہ ذکر بالجہر بدعت ہے۔

اسکے بعدزکریا صاحب نے اس اشکال کے تحت نظام الدین میں آویزاں جن ہدایات کا تذکرہ کیا ہے ان سے یہ بات مذید موکد ہوجاتی ہے کہ تبلیغی جماعت خود ایک بدعتی اورخرافی جماعت ہے اور یہ جماعت کسی دوسرے بدعتی اورخرافی کی اصلاح کے مقصد کے تحت وجود میں نہیں آئی اسی لئے نظام الدین میں درج ان ہدایات کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ دسروں کے عیوب سے آنکھیں بند رکھی جائیں اور کسی بھی دوسری جماعت، طبقہ یا فرد پر کسی قسم کی نکیر یا تنقید یا تنقیص کرنے سے گریز کیا جائے یعنی ہر شخص کو اسکے عقیدہ اور عمل پر رہنے دیا جائے کیونکہ تبلیغی جماعت میں عقیدہ کی باقاعدہ تعلیم سرے سے ہی مفقود ہے اور مسائل کی تعلیم ممنوع ہے، ان ہدایات میں پہلے نمبر پر ہی کہا گیا ہے کہ ہر کلمہ گو اور علم والے کا دل سے اکرام واحترام کریں اسکا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی قبر پرست ہے، بدعتی ہے، منکر حدیث ہے یا صحابہ کرام کو گالی دینے والا ہے مگر کلمہ گو شخص ہے تو تبلیغی جماعت کے نزدیک قابل احترام واکرام ہے جبکہ اسلام ہمیں ہر کلمہ گو کی خیر خواہی کا حکم دیتا ہے اور مسلمان کی خیر خواہی یہ ہے کہ ہر اچھے عمل پر اسکی حمایت اور تعاون کیا جائے اور ہر برے عمل پر اسے سرزنش کی جائے اور اسکا اکرام واحترام دل سے نہ کیا جائے، اسی طرح دوسری ہدایت میں ہے کہ دوسروں کے عیوب سے آنکھیں بند رکھیں اور اپنے عیوب تلاش کریں اسکا مطلب یہ ہوا کہ اپنے ساتھیوں اور عام لوگوں میں اگر کوئی اخلاقی برائی دیکھیں تو اس پر تنبیہ نہ کریں اسکی اصلاح کی خاطر نصیحت نہ کریں بلکہ اسے اسی جرم اور گناہ پر برقرار رہنے دیں حالانکہ اسلام کا حکم یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی برائیوں سے ضرور روکا جائے بصورت دیگر پوری قوم پر اللہ کی لعنت ہوجائے گی جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم ذالک بما عصوا کانوا یعتدون ☆ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبس ماکانوا یفعلون ☆ سورۃ المائدۃ ٧٩ ﴾

یعنی ''بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوئے ان پر نافرمانی اور حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے داؤد

اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ وہ ایک دوسرے کو برائی سے روکتے نہیں تھے بلاشبہ برا کام تھا جو وہ کرتے تھے'' پس تبلیغی جماعت کا دوسروں کو برائیوں سے نہ روکنا اور خود کسی دوسرے کے اعتراضات پر التفات نہ کرنا اس جماعت کی قبیح عادات ہیں جن کا ترک کرنا نہایت ضروری ہے۔

اشکال نمبر ۱۷: ''تبلیغ والے فضائل پر زور دیتے ہیں مسائل پر نہیں''

اس اشکال کے تحت زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ ایک اعتراض یہ بھی کانوں میں پڑا ہے کہ تبلیغ والے فضائل کی کتابوں پر زور دیتے ہیں مسائل کی کتابوں پر نہیں اس اعتراض پر بھی بڑی حیرت ہوتی ہے جب کسی عالم کی زبان سے سنتا ہوں، جس کی وجہ خود حضرت دہلوی کے ملفوظات میں مسطور ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ فضائل کا درجہ مسائل سے پہلے ہے، فضائل سے اعمال کے اجر پر یقین ہوتا ہے جو ایمان کا مقام ہے اور اسی سے آدمی عمل کیلئے آمادہ ہوتا ہے، مسائل معلوم کرنے کی ضرورت کا احساس تو تب ہوگا جب وہ عمل پر تیار ہوگا اسلئے ہمارے نزدیک فضائل کی اہمیت زیادہ ہے۔

ہماری اس تعلیم میں فضائل کی تعلیم ہوتی ہے اس سے شوق پیدا ہوتا ہے اور اس سے کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا چونکہ مسائل میں اختلاف ہے اس لئے اجتماعی تعلیم میں مسائل کا تذکرہ نہیں ہوتا کیونکہ اگر ہم نے وضو کے چار فرض بتائے تو یہ حنفیوں کی دعوت ہوگی شافعی حضرات نہیں جڑیں گے کیونکہ ان کے چھ فرض ہیں فضائل پر ہم پوری امت کو جوڑ سکتے ہیں جماعت کی نماز پر ستائیس درجہ کا ثواب ملنا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے دوسرے یہ کہ اگر سارے حنفی ہوں تو بھی مسائل بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ جماعت میں اکثر عوام ہوتے ہیں غلط مسائل بتانے لگیں گے اسلئے مسائل تو علماء کرام کیلئے ہی رکھے جائیں فضائل کے ذریعہ دین کا پیاسا بنانا ہے جب پیاسا بنکر پانی مانگے یعنی مسائل پوچھے تو اس سے کہدے کہ اپنے اپنے کنویں کا پانی پیو یعنی حنفی حنفی سے علماء سے پوچھے شافعی شافعی علماء سے پوچھے، اہلحدیث اپنے علماء سے پوچھے یوں سب جڑ کر چل سکتے ہیں۔

مسائل ہر آدمی اپنے طور پر انفرادی طور پر علماء کرام سے پوچھ پوچھ کر سیکھے اور اس پر عمل کرے اپنے

ہر کام میں علماء کرام سے مسائل پوچھیے، تجارت، نکاح، نماز سب کچھ پوچھ کر ہو، کروڑوں مسلمان نماز نہیں پڑتے اور ہم جزئیات پر جھگڑیں یہ مناسب نہیں ہے۔

اصلاح نفس کے چار جزو اور چار طریقے ہیں اور تبلیغ کے اندر حسن اتفاق سے چاروں طریقے جمع ہوگئے ہیں، صحبت صالح بھی ہے، ذکر وفکر بھی ہے، مواخاۃ فی اللہ بھی ہے اور محاسبہ نفس بھی ہے اور انہیں چاروں کے مجموعوں کا نام تبلیغی جماعت ہے، عام لوگوں کیلئے اصلاح نفس کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہوسکتا، اس طریقہ کار سے دین عام ہوتا جارہا ہے اور ہر ملک کے اندر یہ صدا پہنچتی جارہی ہے اسکے ذریعہ لوگوں کے عقائد درست ہورہے ہیں، لوگ تیزی سے اعمال کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

اس محنت کی وجہ سے بہت سے خیر اور بھلائی انسان میں آرہی ہے، کتنے برے تھے جو جماعت کی وجہ سے اچھے بن گئے یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ برے عقیدہ والے صالح عقیدہ والے بن گئے اور پھر اعتراضات تو وہ قابل قبول ہوتے ہیں جو کام میں گھس کر کئے جاویں جو باہر بیٹھ کر اعتراضات کرے وہ قابل قبول نہیں ہوا کرتے۔

تجزیہ وتعاقب:

یہاں زکریا صاحب نے جو وضاحت اس اشکال کے تحت بیان فرمائی ہے اس پر کچھ سوالات وارد ہوتے ہیں۔

اولاً: بقول زکریا صاحب مسائل میں اختلاف ہوتا ہے اسلئے ہم مسائل بیان نہیں کرتے اب سوال یہ ہے کہ کیا فضائل میں اختلاف نہیں ہے؟ کیا جو فضائل زکریا صاحب نے فضائل اعمال میں بیان فرمائے ہیں ان پر پوری امت کا اتفاق ہے، ظاہر ہے کہ نہیں تو پھر فضائل کی تعلیم بھی کیوں دی جاتی ہے؟

ثانیاً: ائمہ اور فقہاء کے درمیان اگر اختلاف افضل اور غیر افضل کا ہوتو یقیناً اس اختلاف سے صرف نظر کیا جاسکتا تھا لیکن کیا ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنفیہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اجمعین کے درمیان اختلاف صرف افضل اور غیر افضل کا ہے؟ نہیں بلکہ ائمہ کے درمیان حرام وحلال

اور جائز وناجائز میں بھی اختلاف ہے، پس اختلافات سے صرف نظر کرکے یہ تصور کرنا کہ اس طرح یہ اختلافات ختم ہو جائیں گے ایسا ہی جیسا کہ بلی کو دیکھ کر کبوتر کا آنکھیں بند کر لینا اور یہ سمجھنا کہ بلی کے شر سے کبوتر محفوظ ہو گیا ہے۔

ثالثاً: یہ صحیح ہے کہ مسائل میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے لیکن کیا عوام الناس تک دینی مسائل ائمہ اربعہ کے حوالے اور اقوال کے بغیر پہنچانا ناممکن ہے؟ اگر ہاں تو پھر چوتھی صدی ہجری تک جب ائمہ اربعہ کی تقلید نہیں کی جاتی تھی عام لوگ مسائل کس طرح سیکھتے اور سمجھتے تھے؟ جس طرح فضائل سے متعلق احادیث اجتماعات میں بیان کی جاتی ہیں اسی طرح مسائل سے متعلق صحیح احادیث کو بیان کر دینے میں تبلیغی جماعت کو کیا مشکل در پیش ہے؟ کیا اہل تبلیغ یہ سمجھتے ہیں کہ عوام الناس صحیح احادیث کو محض اسلئے ماننے سے انکار کر دیں گے کہ یہ انکے امام کے موقف کیخلاف ہے؟ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے متعصب اکابرین جو جانتے بوجھتے صحیح احادیث کے خلاف عمل کرتے ہیں انکو اپنے خلاف احادیث اعمال کی تصریح اور وضاحت عوام الناس کے سامنے بھاری پڑ جائے گی اسلئے وہ عوام کے سامنے مسائل سے متعلق احادیث پیش کرنے سے گھبراتے ہیں۔

رابعاً: تبلیغی جماعت کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے تمام فرقوں اور گروہوں میں جوڑ پیدا کرنا چاہتی ہے اسلئے اہل تبلیغ اختلافی امور و مسائل پر اجتماعات میں گفتگو کرنے سے پرہیز کرتے ہیں جبکہ قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ تمام انسان کے درمیان جوڑ پیدا کرنا چاہتا ہے، یہی سبب ہے کہ قرآن میں متعدد مقامات پر انسانوں کو ''یا ایھا الناس'' کے صیغہ سے خطاب کیا گیا ہے اور خاص طور پر سابقہ انبیاء کرام کی امتوں کو اسلام کے ساتھ جوڑ پیدا کرنے لئے یہاں تک کہا گیا کہ:

﴿ قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الانعبد الا اللہ ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھد بانا مسلمون☆سورة آل عمران٦٤﴾

یعنی ’’کہو! اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے یعنی ہم اللہ کی عبادت کریں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور آپس میں ایک دوسرے کو اللہ مقابلے میں رب نہ بنائیں، پس اگر پھر بھی وہ منہ پھیریں تو کہدو کہ گواہ رہنا ہم اللہ کے فرمابردار ہیں‘‘ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جوڑ پیدا کرنے کی یہ ترکیب بیان فرمائی کہ لوگوں کو عقیدہ توحید پر جمع کیا جائے اور پھر ان اعمال سے روکا جائے جو ان عقیدہ توحید کے منافی ہیں جبکہ تبلیغی جماعت کے اکابرین چونکہ خود بدعقیدہ ہیں اور اپنے ان باطل عقائد کو کھلم کھلا بیان کرنے کی جرأت بھی نہیں رکھتے چناچہ عام مسلمانوں کو فضائل پر جمع کرنے کے بہانے جھوٹی حکایات کے ذریعہ باطل عقائد پر جمع کرنا چاہتے ہیں اب اگر اہل تبلیغ کو اس الزام سے انکار ہے تو پھر جواب دیں کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اللہ اور اور اسکے رسول ﷺ نے جو تمام انسانوں پر سب سے بڑھکر شفیق اور مہربان تھے کیوں فضائل کے ذریعہ لوگوں کو دین اسلام سے جوڑنے کی کوشش اور سعی نہیں فرمائی؟ اور کیوں عقیدہ کی تلوار سے باطل کو کاٹ کر حق سے علیحدہ کر دیا؟

خامساً: تبلیغی جماعت کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ یہ جماعت لوگوں کا کلمہ اور نماز درست کرنے نکلی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مسائل کا علم حاصل کئے بغیر کسی کی نماز درست ہو سکتی ہے؟ مثلاً شافعیہ کے نزدیک سورۃ فاتحہ ہر نماز کی ہر رکعت میں فرض ہے خواہ نماز جہری ہو یا سری، منفرد شخص کی ہو یا امام کے پیچھے مقتدی ہو اور احادیث صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہے جو شخص نماز میں سورۃ الفاتحہ نہ پڑھے اسکے نماز باطل ہے لیکن جب تبلیغی جماعت کے مبلغین کو اختلافی مسائل چھیڑنے کی اجازت ہی نہیں تو پھر یہ کس طرح معلوم ہوگا کہ کس کی نماز درست ہے اور کس کی نماز باطل ہے، جب نماز کے فرائض و ارکان بتانے کی بھی اس جماعت کو اجازت نہیں اور کسی کی نماز خراب ہو تو اسکی اصلاح کی اجازت اس جماعت کو نہیں تو پھر اس جماعت کا کام سوائے لوگوں کی بھیڑ جمع کرنے سے زیادہ کیا ہوا؟ اور اگر اس جماعت کا مقصد محض لوگوں کو نمازی بنانا ہے تو پھر نماز تو قادیانی بھی پڑھتے ہیں، شیعہ بھی پڑھتے ہیں اور بوہری بھی پڑھتے ہیں کیا ان سب کی نماز انہیں جنت میں لے جائے گی؟ صاف ظاہر ہے کہ نہیں کیونکہ ان نماز سنت رسول ﷺ کے خلاف اور عقائد باطل ہیں اور یہی حال تبلیغی جماعت کا بھی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ یاایھاالذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم☆سورۃ محمد ۳۳﴾

یعنی ''اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی فرمابرداری کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو'' اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ عمل کے لئے صحیح ایمان شرط اول ہے اور عمل وہی قبول ہے جو سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو یعنی ہر وہ عمل باطل اور مردود ہے جو عقائد کی درستگی کے بغیر کیا جائے کیونکہ یہاں عمل کا مطالبہ صرف اہل ایمان سے ہے اور اہل ایمان کا بھی صرف وہی عمل قابل قبول ہے جو سنت رسول ﷺ کے موافق ہو، پس ضروری ہے کہ ہر اختلافی مسئلہ میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا حکم معلوم کیا جائے اور اختلافی مسائل میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا حکم اختلافی مسائل کے چھپانے سے نہیں بلکہ اختلافی مسائل کی تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔

سادساً: فضائل کی تعلیم کا سبب بیان کرتے ہوئے زکریا صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ ''فضائل کے ذریعہ دین کا پیاسا بنانا ہے جب پیاسا بنکر پانی مانگے یعنی مسائل پوچھے تو اس سے کہدے کہ اپنے اپنے کنویں کا پانی پیو یعنی حنفی حنفی سے علماء سے پوچھے شافعی شافعی علماء سے پوچھے، اہلحدیث اپنے علماء سے پوچھے یوں سب جڑ کر چل سکتے ہیں'' اب سوال یہ ہے کہ آخر حنفی اہلحدیث علماء سے کیوں نہ پوچھے اسی طرح شافعی حنفی یا اہلحدیث علماء سے کیوں نہ پوچھے؟ جبکہ اہلحدیث علماء کبھی بھی عوام الناس سے یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ صرف اہلحدیث علماء سے پوچھو بلکہ اہلحدیث علماء ہمیشہ عوام سے یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ جس سے چاہو پوچھو مگر قرآن وحدیث کی روشنی میں پوچھو تو پھر تبلیغی جماعت کے اکابرین کیوں چاہتے ہیں کہ حنفی حنفی علماء سے پوچھے شافعی شافعی علماء سے پوچھے، اہلحدیث اپنے علماء سے پوچھے؟ کیا ایک حنفی کسی شافعی یا اہلحدیث عالم سے مسائل پوچھ کر اور اس پر عمل پیرا ہو کر حنفیوں کے ساتھ نہیں چل سکتا؟ اگر حنفی شافعی اور اہلحدیث تبلیغی جماعت میں ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں تو پھر وہ حنفی یا وہ شافعی جو اپنے عالم سے مسئلہ پوچھنے کے بجائے کسی دوسرے عالم سے مسئلہ پوچھتا اور اس پر عمل کرتا ہے یعنی دوسروں کی نسبت زیادہ کشادہ ذہنی کا مظاہرہ کرتا ہے اسے دوسروں کیساتھ چلنے سے بھلا کیا چیز مانع ہوگی؟ پس صاف ظاہر ہے کہ اس پابندی کا مقصد اسکے علاوہ

اور کچھ نہیں کہ عوام الناس کو دینی مسائل کی تحقیق میں پڑنے سے روکا جائے اوراس بات کا اہتمام کیا جائے کہ کوئی بھی شخص کسی دوسرے عالم کے مذہب سے متاثر ہوکر دوسرا مذہب اختیار نہ کرلے اور یہ اہتمام خاص طور پر حنفی حضرات کیلئے ہے تاکہ وہ اہلحدیث یا شافعی مذہب کے دلائل سے متاثر ہوکر انکے مذہب کی طرف مائل نہ ہوجائیں کیونکہ مسائل کے ضمن میں دلائل مہیا کرنے کے معاملہ میں تمام مذاہب کے مقابلے میں سب سے زیادہ تہی دامن صرف حنفی مذہب ہی ہے، زکریا صاحب کے اس بیان سے ان اہلحدیث حضرات کی آنکھیں کھل جانی چاہیئں جو اس جماعت کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اور پوچھنے پر کہتے ہیں کہ ہم تبلیغی جماعت میں اسلئے شامل ہوئے ہیں کہ لوگوں کو صحیح مسائل بتائیں اور احناف حضرات کو قرآن وسنت پر لائیں لیکن تبلیغی جماعت میں مسائل کے تذکرہ پر پابندی کا یہ اصول اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ تبلیغی جماعت میں کسی کو بھی قرآن وحدیث کی دعوت کی اجازت ہرگز نہیں ہے یہاں اگر کوئی بولے گا تو وہ صوفی ہی بولے گا اور اس جماعت میں اگر کسی چیز کی دعوت کی اجازت ہوگی تو وہ صرف فضائل اعمال کی ہوگی۔

سابعاً: تبلیغی جماعت کے لوگ مسئلہ توحید پر بات کرتے ہیں اور نہ عقیدہ کا درس دیتے ہیں یعنی یہ جماعت اپنے گروہ میں شامل کسی بدعتی اور مشرک کو کبھی توحید اور ترک بدعت کی دعوت نہیں دیتی جس کی بنا پر ایک مشرک اس جماعت میں ساری عمر شامل رہنے کے بعد بھی مشرک ہی رہتا ہے تو کیا مسائل دین کی طرح تبلیغی جماعت کے نزدیک مسئلہ توحید پر بات کرنا بھی جزئیات اور فروعات دین میں سے ہے؟ اسکے باجود زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ اس جماعت کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا عقیدہ درست ہوا ہے اب ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ کون سا عقیدہ ہے جو تبلیغی جماعت میں داخل ہونے سے درست ہوتا ہے کیونکہ جتنے بھی باطل عقائد ہیں ان سب عقائد کے تبلیغی جماعت کے اکابرین قائل ہیں مثلاً تبلیغی جماعت کے اکابرین اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کے قائل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہرجگہ مانتے ہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ کی موت کے بھی قائل نہیں بلکہ تبلیغی جماعت کے اکابرین کے نزدیک نبی کریم ﷺ قیامت قبر میں زندہ ہیں اسی طرح قرآن کریم کو اللہ کی صفت نہیں مانتے بلکہ مخلوق مانتے ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کے سوا کسی صفت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ ان عقائد کی مکمل تفصیل قارئین کرام جناب محمد طارق عادل صاحب

کی تالیف ''تبلیغی جماعت عقائد، افکار ونظریات اور مقاصد کے آئینہ میں'' ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

پس تبلیغی جماعت کا فضائل پر زور دینا اور مسائل سے اجتناب برتنا ایک سوچی سمجھی سازش ہے جس کا اصل مقصد مسلمانوں کو مذاہب کی تحقیق سے روک کر ایک مذہب کی تقلید پر قائم رکھنا ہے۔

اشکال نمبر۱۸: ''موجودہ تبلیغی جماعت ضلالت وگمراہی پر ہے''

اس اشکال کے تحت زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک احمقانہ، جاہلانہ اعتراض یہ بھی کانوں میں پڑا ہے کہ تبلیغ اپنی افادیت، ہدایت اور اصلاح کے درمیان یقیناً ایسی ہی تھی جیسا کہ لوگ بتاتے ہیں لیکن اب موجودہ تبلیغ چونکہ حضرت دہلوی کے طرز پر نہیں رہی اس لئے اب یہ ضلالت وگمراہی ہے۔

اس اشکال کے تحت زکریا صاحب نے مولانا الیاس صاحب کے بعض ملفوظات بھی نقل فرمائے ہیں ان ہی ملفوظات میں سے ایک میں جگہ لکھا ہے کہ مولانا ظفر احمد صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا الیاس صاحب نے فرمایا کہ ''بہت سے علماء تو دور ہی سے میرے مقصد کو سمجھنا چاہتے ہیں، پھر ایک بڑے عالم کا نام لیا کہ وہ تبلیغ میں آج کل بہت حصہ لے رہے ہیں مگر مجھ سے پوچھو تو میرے منشاء کو اب تک نہیں سمجھے کیونکہ آج تک مجھ سے بلا واسطہ گفتگو نہیں کی وسائط سے گفتگو کی ہے اب میں وسائط سے اپنے منشاء کو کیونکر سمجھا دوں خصوصاً جبکہ وسائط بھی ناقص ہوں اسلئے میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ دن میرے پاس رہو تو میرے منشاء کو سمجھو گے دور رہ کر نہیں سمجھ سکتے یہ میں جانتا ہوں کہ تم تبلیغ میں حصہ لیتے ہو جلسوں میں تقریر کرتے ہو، تمہاری تقریر سے نفع بھی ہوتا ہے مگر یہ تبلیغ وہ نہیں جو میں چاہتا ہوں''۔

دین کی عمومی تعلیم وتربیت کا جو طریقہ ہم اپنی اس تحریک کے ذریعہ رائج کرنا چاہتے ہیں صرف وہی طریقہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں رائج تھا اور اسی طرز سے وہاں عام طور پر دین سیکھا اور سیکھایا جاتا تھا، بعد میں جو اور طریقے اس سلسلے میں ایجاد ہوئے مثلاً تصنیف وتالیف اور کتابی تعلیم وغیرہ سوان کو ضرورت حادثہ نے پیدا کیا مگر اب لوگوں نے صرف اسی کو اصل سمجھ لیا ہے اور حضور ﷺ کے زمانے کے طریقہ کو بالکل بھلا دیا ہے حالانکہ اصل طریقہ وہی ہے اور عمومی تعلیم وتربیت صرف اسی طریقہ سے دی جا سکتی ہے۔

تجزیہ وتعاقب:

اس اعتراض کو نقل کر کے زکریا صاحب نے اسکی تردید نہیں فرمائی بلکہ تبلیغی جماعت میں پیدا ہونے والے اس تغیر کو تسلیم کرتے ہوئے اسکی متعدد دلیلوں سے تاویل کرنے کی کوشش کی ہے مگر موجودہ دور میں ان تاویلوں کی مدد سے اس جماعت کی افادیت اور ضرورت کو ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ تبلیغی جماعت کی موجوہ حیثیت اور غرض وغائیت وہ نہیں رہی جو اس جماعت کی وجہ تاسیس تھی یعنی کسی دور دراز علاقے میں ذرائع ابلاغ کی عدم موجودگی کے باعث انتہادرجہ میں دین سے لاعلمی اور اگر کہیں کسی دوردراز کے علاقوں میں ایسا ہے بھی تو یہ جماعت اپنے غلط عقائد ونظریات کے باعث اب اس کام کی اہل نہیں ہے کیونکہ جس دین کی تبلیغ یہ جماعت کسی علاقہ میں کرے گی وہاں دین اسلام نہیں بلکہ دین تصوف پھیلے گا نیز اس جماعت کے لوگ اب وعظ اور تقریر کے بھی عادی ہو چکے ہیں جو مزید سونے پر سہاگہ ہے اسطرح کسی کے عقائد کو بگاڑنے میں جو کسر تبلیغی نصاب سے رہ جاتی ہے وہ ان خودساختہ واعظوں سے پوری ہو جاتی ہے اور اسکا ثبوت اشکال نمبر ۷ا کے تحت درج شدہ یہ عبارت ہے کہ ’’جماعت میں اکثر عوام ہوتے ہیں غلط مسائل بتانے لگیں گے اسلئے مسائل تو علماء کرام کیلئے ہی رکھے جائیں‘‘ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر تبلیغی جماعت کے مبلغین اپنے اکابرین کی جانب سے مقرر اور معین چھ نمبروں کے علاوہ بات ہی نہیں کرتے اور عظ کرنے کی بھی اجازت نہیں تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ غلط مسائل بیان کرنے لگیں؟ نیز تبلیغی جماعت کے چھ نمبروں میں فضائل اعمال کی صبح شام تلاوت تو شامل نہیں تھی جبکہ موجودہ تبلیغی جماعت اور فضائل اعمال اب ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہو چکے ہیں پس صاف ظاہر ہے کہ موجودہ تبلیغی جماعت مولانا الیاس کے وضع کردہ طریقہ پر کاربند نہیں ہے کیونکہ مولانا الیاس صاحب نے تبلیغی جماعت کے لئے جو طریقہ کار وضع کیا تھا اس میں ایک جاہل تبلیغی تو کیا ایک عالم کے وعظ وتقریر کی بھی قطعی کوئی گنجائش نہیں تھی جیسا کہ مولانا ظفر صاحب کے حوالے سے جو ملفوظ یہاں زکریا ساحب نے خود نقل کیا ہے اس میں صراحت سے یہ بات موجود ہے کہ ’’میں جانتا ہوں کہ تم تبلیغ میں حصہ لیتے ہو جلسوں میں تقریر کرتے ہو، تمہاری تقریر سے نفع

بھی ہوتا ہے مگر یہ تبلیغ وہ نہیں جو میں چاہتا ہوں‘‘ اسی طرح فضائل اعمال کی صورت میں جو کتاب کھول کر تعلیم ہر مسجد میں دی جا رہی ہے وہ بھی مولانا الیاس کی منشاء کے خلاف عمل ہے کیونکہ ایک دوسرے ملفوظ میں زکریا صاحب نے خود لکھا ہے کہ ’’تصنیف وتالیف اور کتابی علم کو ضرورت حادثہ نے پیدا کیا جبکہ ہم اس جماعت کے ذریعہ اس عمومی طریقہ کو نافذ کرنا چاہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں رائج تھا‘‘ اور نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام کے زمانے میں کتاب کھول کر پڑھی یا سنائی نہیں جاتی تھی پس ثابت ہوا کہ معترضین کا یہ اعتراض اپنی جگہ درست ہے کہ موجودہ تبلیغی جماعت مولانا الیاس کے طریقہ پر نہیں رہی البتہ یہ درست نہیں کہ مولانا الیاس کے طریقہ پر نہ رہنے کے سبب اب یہ جماعت ضلالت وگمراہی میں مبتلا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت مولانا الیاس کے طریقہ پر ہو یا نہ ہو لیکن مقصد کے اعتبار سے تبلیغی جماعت آج بھی مولانا الیاس کے مقصد سے صد فی صد موافقت رکھتی ہے اور وہ مقصد ہے صوفیت اور خانقاہیت کی ترویج کرنا اور اس مقصد کے باعث یہ جماعت جس طرح کل ضلالت وگمراہی پر تھی آج بھی اسی نوعیت کی ضلالت وگمراہی میں مبتلا ہے، بالعموم عوام الناس کے سامنے تبلیغی جماعت کے قیام کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ جماعت لوگوں کا کلمہ اور نماز درست کرنے نکلی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا الیاس صاحب نے تبلیغی جماعت کے قیام کا اصل مقصد کلمہ اور نماز کی درستگی نہیں بلکہ خروج بیان کیا ہے جو صوفیت اور خانقاہیت کا اصل الاصول ہے کیونکہ صوفیاء کے نزدیک ایمان ویقین اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک آدمی اپنے گھربار، اہل وعیال اور کاروبار کو چھوڑ کر باہر نکل نہیں جاتا اس مقصد کا ثبوت مولانا الیاس صاحب کا درج ذیل مکتوب ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

﴿ وہ دو امر ہیں، ایک تو وہ جو نہ ہونا چاہیے اور وہ کرتے ہیں، دوسرا وہ جو ہونا چاہیے اور نہیں کرتے، امر اول کلمہ اور نماز کے صحیح کرانے کو گوارا کرتے ہیں تو بمنزلہ مقصود کے کرتے ہیں کہ جیسا کہ اس تحریک کا مقصد ہو، حالانکہ یہ مقصد نہیں، اور جو نہیں کرتے وہ یہ کہ ان مخاطبین کے لئے یہ فیصلہ کرلیں کہ جب تک اپنے مشاغل کو چھوڑ کر ترکِ وطن اختیار کرکے اس تحریک کو لیکر باہر نہیں نکلیں گے، مشاغل کی ظلمت اور اس کا شدتِ تکدر توجہ کا اور قلب کے دھیان کا مشاغل کے ساتھ لزوجیت کلمہ کے صحیح کرنے اور ان کے انوار

وبرکات کے قبول کرنے کی اہلیت ہرگز پیدا نہیں ہونے دیگی ☆ مکاتیب مولانا الیاس ص۱۲۲ ﴾

اس خروج کو صوفیاء کی اصطلاح میں نفس کے خلاف مجاہدہ کا جزو لازم قرار دیا جاتا ہے جو تبلیغی جماعت کے مستقل چھ نمبروں میں سے ایک نمبر ہے اور اسی کو تبلیغی جماعت کی اصطلاح میں ''دین کی محنت'' قرار دیا جاتا ہے جو کبھی شب جمعہ کی شکل میں ہے تو کبھی سہ روزہ ہے اور کبھی چلہ ہے مقصد سب کا ایک ہی ہے کہ آدمی کو اسکے گھر بار، اہل عیال، کاروبار اور دنیاوی معاملات سے دور رکھا جائے تاکہ رفتہ رفتہ اسکے دل ودماغ سے مال ودولت اور اہل وعیال اور رشتہ داروں کی محبت زئل ہوجائے اسی کو صوفیت، خانقاہیت اور رہبانیت کہا جاتا ہے جس کی دین اسلام میں قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ

زکریا صاحب کی زیر نظر تالیف ''جماعت تبلیغ پر اعتراضات اور انکے جوابات'' پر تاریخ طباعت یکم شعبان ۱۳۹۲ھ ہجری درج ہے یعنی پہلی مرتبہ یہ کتاب آج سے تقریباً پینتیس (۳۵) برس قبل شائع ہوئی تھی اور اس وقت تک تبلیغی جماعت کو قائم ہوئے تقریباً چالیس (۴۰) سال ہو چکے تھے یعنی تمام ہی مکتب فکر کے علماء اس تبلیغی جماعت کے لائحہ عمل اور طریقہ کار سے بخوبی واقف ہو چکے تھے اسی لئے زکریا صاحب نے اس کتاب میں اکثر اوقات صرف ان ہی اعتراضات کا ازلہ فرمانے کی سعی فرمائی ہے جو اکثر اہل علم حضرات اور خاص طور پر علماء احناف کی جانب سے بکثرت وارد ہو رہے تھے جس کا واضح ثبوت اعتراضات کے تذکرہ میں خود زکریا صاحب کا بار بار اعتراف ہے اسکے باوجود ان اعتراضات کے جواب میں زکریا صاحب نے جس قسم کی دروغ گوئی اور علمی خیانتوں سے کام لیا ہے اسکا پردہ ہم اعتراضات کے جوابات کا تجزیہ اور تعاقب کرتے ہوئے فاش کر چکے ہیں اور اب تبلیغی جماعت کی تحریک کو پچھتر (۷۵) برس مکمل ہو جانے پر ہم بعض ایسے زمینی حقائق کو قارئین کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں جو ہر باہوش اور عقلمند انسان کو دعوت فکر دیتے ہیں اگر تبلیغی جماعت کے اندھی پیروی کرنے والے بھی ایک لمحہ کیلئے رک کر ان معروضات پر غور وفکر کریں

تو انہیں اپنے لئے نہایت مفید پائیں گے۔

اولاً: کسی بھی جماعت، تحریک یا گروہ میں شمولیت اختیار کرنے یا اختیار کیئے رہنے سے قبل یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ اس جماعت یا تحریک کا بانی یا سابقہ ارباب اختیارات کس قسم کے نظریات وعقائد کے حامل تھے نیز موجودہ دور میں اس جماعت یا گروہ کی قیادت جن افراد کے ہاتھوں میں ہے ان کی تحریر و تقاریر سے کس قسم کے عقائد ونظریات کا اظہار ہوتا ہے۔

ثانیاً: کسی بھی جماعت یا گروہ کے افراد کے محض ظاہری افعال و اعمال سے متاثر ہوکر اس جماعت یا گروہ کے متعلق کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوجانا چاہیے کیونکہ جس طرح ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی اسی طرح بظاہر ہر اچھا نظر آنے والا عمل ''صالح'' نہیں ہوتا بلکہ ہر وہ عمل جس میں مندرجہ ذیل تین شرائط پائی جائیں عمل صالح کہلائے گا۔

۱۔ عمل کرنے والا شخص صحیح ایمان اور عقیدہ کا حامل ہو اور معلوم ہونا چاہیے کہ ایمان محض چند کلمات کے رٹ لینے کا نام نہیں بلکہ اس یقین کے اظہار کا نام ہے جو اللہ، اسکے انبیاء، اسکی کتب اور اسکی بیان فرمائی ہوئی غیب کی خبروں کے متعلق کسی انسان کے دل میں پایا جاتا ہے۔

۲۔ ہر وہ اچھا عمل جو خالص اللہ کی رضا کیلئے کیا جائے یعنی اس عمل کو کرتے وقت ریا کاری یا کوئی اور دنیاوی غرض عامل کی نیت میں شامل نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر اس عمل سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے جس میں کسی کو اسکا شریک بنا دیا جائے۔

۳۔ ہر وہ اچھا عمل جو سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو یعنی کسی قسم کی بدعت یا غلو کا عمل دخل اس عمل میں شامل نہ ہو نیز کسی غیر نبی کی اتباع کا جذبہ بھی اس عمل کا محرک نہ ہو کیونکہ اللہ اور اسکا رسول ﷺ ہر اس عمل سے برأت کا اظہار کر چکے ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کو چھوڑ کر کسی اور شخص کی اتباع یا پیروی کے جوش وجذبہ کے تحت کیا جائے خواہ وہ شخص کوئی امام یا ولی اللہ ہی کیوں نہ ہو۔

ثالثاً: کسی بھی جماعت یا گروہ میں شمولیت اختیار کرنے سے قبل اس بات کا اطمینان ضرور کر لینا چاہیے کہ کہیں وہ جماعت یا گروہ اپنے قول یا عمل سے امت مسلمہ میں تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش

تو نہیں کر رہا یا جو تفرقہ امت مسلمہ میں پیدا ہو چکا ہے اس تفرقہ کو قبول کر لینے کی دعوت تو نہیں دے رہا ہے، اس اصول پر اگر تبلیغی جماعت کو پرکھا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک جانب تبلیغی جماعت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ''یہ جماعت امت مسلمہ میں جوڑ پیدا کرنے کے لئے نکلی ہے'' جبکہ دوسری جانب ہم دیکھتے ہیں کہ اس جماعت کے افراد امت مسلمہ کو ایک کنویں یعنی قرآن وسنت پر جمع کرنے کے بجائے اپنے اپنے کنویں کا پانی پینے دعوت دیتے نظر آتے ہیں یعنی جو تفرقہ امت مسلمہ میں پیدا ہو چکا ہے اسکو ختم کرنے کا تبلیغی جماعت کے پاس کوئی لائحہ عمل نہیں ہے اور یہی نہیں بلکہ اسکے بجائے تبلیغی جماعت کے نزدیک امت میں جوڑ پیدا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اختلافی باتوں اور معاملات کے تذکرہ سے مکمل احتراز کیا جائے اور یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ بلی کو دیکھ کر کبوتر کا آنکھیں بند کر لینا یعنی جس طرح کبوتر کے آنکھیں بند کر لینے سے بلی چلی نہیں جاتی اسی طرح اختلافات سے نظریں چرانے سے اختلافات ختم نہیں ہو جاتے بلکہ وقت ان اختلافات کی پرورش کرتا ہے اور کبھی نہ کبھی یہ اختلافات ایک آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑتے ہیں جس کے نتیجہ میں ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں کا خون بہہ جاتا ہے پس اختلافی مسائل اور عقائد پر گفتگو اور مباحثہ سے پرہیز کر کے یہ سمجھنا کہ ہم امت مسلمہ میں جوڑ پیدا کر رہے ہیں ایک نہایت ہی احمقانہ طرز عمل ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ ہماری رائے میں تبلیغی جماعت نے جوڑ پیدا کرنے کی خاطر جو راستہ اختیار کیا ہے وہ امت مسلمہ کو جوڑنے کے بجائے مذید تقسیم کی طرف لے جائے گا کیونکہ تبلیغی جماعت صرف فقہی اختلافات میں ہی اپنے اپنے کنویں کا پانی پینے کی دعوت نہیں دیتی بلکہ اس سے بھی آگے بڑھکر یہ جماعت سلاسل صوفیاء کو بھی ایک دوسرے کے سامنے مستقل فریق بنانے کی کوشش کر رہی ہے یعنی اماموں کے بعد اب امت کو شیوخ میں بھی بانٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اسکا ثبوت زکریا صاحب کی یہ تحریر ہے کہ:

﴿اگر کوئی کسی شیخ سے بیعت ہو تو اپنے شیخ کا بتایا ہوا ذکر بھی پورا کرے اور اگر کئی مشائخ کے متوسلین ایک جماعت میں ہوں تو ہر ایک اپنے اپنے شیخ کے بتلائے ہوئی طریقہ پر ذکر کرے اور کوئی صاحب کسی بزرگ پر تنقید نہ کریں☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۱۸۲﴾

یہاں زکریا صاحب نے اپنے متبعین کو پیری مریدی کی کھلی چھٹی دی ہے اور حکم دیا ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے پیر کا دامن نہ چھوڑے بلکہ جو شخص جس پیر کا مرید ہو اسی پر برقرار رہتے ہوئے تبلیغی جماعت میں شامل رہے اور اپنے پیر کا بتلایا ہوا ذکر کرتا رہے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط اور سنت یا بدعت اس پر کسی قسم کی کوئی تنقید یا تنبیہ نہ کرے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام میں اس قسم کی تعلیم وتبلیغ کی کوئی گنجائش ہے؟ کیا دین اسلام کی یہی تعلیم ہے کہ ایک ہی جماعت اور ایک ہی مقام پر رہتے ہوئے اپنے کسی ساتھی کو منکر عمل سے نہ روکا جائے؟ کیا کسی شخص کو کلمہ سکھا دینے اور نمازی بنا دینے سے وہ اپنے شرکیہ اور بدعتی اعمال چھوڑ دیتا ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو پھر کیوں دیوبندی اپنے کلمہ گو اور نمازی بریلوی بھائیوں کے اعمال کو کبھی مشرکانہ اور کبھی بدعت قرار دیتے ہیں؟ اور کیوں کلمہ گو اور نمازی شیعہ حضرات اور قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں؟ پس کوئی بھی ایسی جماعت یا گروہ دین کا کام کرنے کا ہرگز اہل نہیں جو عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کی شرط کے بغیر امت میں جوڑ پیدا کرنے کی کوشش کرے کیونکہ ان شرائط کے بغیر امت میں پیدا ہونے والا جوڑ مصنوعی اور عارضی ہوتا ہے اور اس جوڑ کو اصطلاحاً وحدت ادیان کہا جاتا ہے جو بذاتہ کفر کی ایک قسم ہے۔

رابعاً: کوئی بھی جماعت یا گروہ دین کا کام کرنے سلسلہ میں اس وقت بھی نااہل قرار پا جاتی ہے جب وہ ارکان وفرائض دین میں سے بعض کی شرح کتاب وسنت سے اور بعض امور کی شرح کتاب وسنت سے کرنے کے بجائے کتب لغات سے بیان کرتی ہے اور یہ طریقہ کار کسی بھی جماعت یا گروہ کے سلف کے منہج سے ہٹے ہوئے ہونے کی واضح علامات ہے کیونکہ شریعت کی تقریباً تمام ہی اصطلاحات لغت میں شریعت کے نزول سے قبل ہی موجود تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان اصطلاحات میں بذریعہ وحی کوئی اضافہ یا ترمیم کرنے کے بعد ہی اس اصطلاح کو شریعت قرار دیا ہے خواہ وہ لفظ لغت کے اعتبار سے کثیر المعنی ہی کیوں نہ ہو مثلاً لفظ ''صلاۃ'' کے لغت میں بہت سے معنی ہیں لیکن ان میں کوئی بھی معنی اس ''صلاۃ'' کو بیان کرنے سے قاصر ہے جو ہم ہر روز دن میں پانچ مرتبہ ادا کرتے ہیں اسی طرح لغت میں ''صوم'' کا معنی ''رک جانا'' ہوتا ہے جبکہ شریعت میں صوم کے معنی صرف طلوع فجر سے غروب تک کھانے پینے اور جنسی تعلقات سے رک جانا ہے اور یہی حال شریعت کی دیگر اصطلاحات مثلاً تبلیغ، ہجرت اور جہاد وغیرہ کا بھی ہے لیکن تبلیغی جماعت

کے اکابرین ہجرت ، جہاد اور تبلیغ کو لغت کے اعتبار سے ایک دوسرے کا ہم معنی قرار دیتے ہوئے ہجرت اور جہاد کی فضیلت سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث کو تبلیغ پر چسپاں کرتے ہیں اس ضمن میں جہاد سے متعلق مغالطہ کی تفصیل گذشتہ صفحات میں اشکال نمبر ایک کے تحت آچکی ہے جبکہ ہجرت سے متعلق زکریا صاحب ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿ ہماری اس دعوت کے دو پہلو ہیں ایک ہجرت دوسری نصرت ، ہجرت تو یہ ہے کہ اپنے مرغوبات کو قربان کر کے خدا کے راستے میں نکلنا اور نصرت یہ ہے کہ اپنی بستی میں کوئی جماعت آوے تو ہم ان کا پورا ساتھ دیں اور ان کے کام میں ہاتھ بٹائیں گاؤں سے جماعت نکلوانے میں انکی مدد کریں ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۱۸۵ ﴾

مولانا زکریا صاحب کے اس بیان پر ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے خروج کی بدعت کو ہجرت کہنا غلط ہے کیونکہ ہجرت کے معنی ہیں کہ کسی ملک یا شہر سے اسلئے نکلا جائے کہ وہاں اسکو اسلام پر کے ارکان و احکامات پر عمل نہیں کرنے دیا جاتا جیسا کہ صحابہ کرام نے مکہ سے حبشہ اور مدینے کی طرف ہجرت کی تھی اور جو صحابہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں یا خلفاء راشدین کے زمانے میں ایسے شہروں میں تعلیم کیلئے بھیجے جاتے تھے ان کے اس سفر کو ہجرت نہیں کہا جاتا تھا اور ان کو مہاجر بھی کبھی نہیں کہا گیا اسی طرح یہ معلمین صحابہ کرام جن لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے وہاں کے لوگوں کو انصار نہیں کہا گیا یعنی اگر کوئی شخص اپنے وطن و ملک یا اپنے شہر یا گاؤں سے دوسرے گاؤں یا شہر اسلئے جاتا ہے کہ وہاں لوگوں کو دین اسلام کی تبلیغ کریگا اور ان کو تعلیم دیگا تو اسکو مہاجر نہیں کہا جائے گا اسکی دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے کہ:

﴿ لاهجرة بعدالفتح ولكن جهادونية ☆ رواه بخاری ومسلم ﴾

یعنی ''فتح مکہ کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ختم (کیونکہ مکہ دارالاسلام بن گیا ہے) البتہ جہاد فی سبیل اللہ اور نیت کے اعمال جاری رہیں گے'' یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کسی بھی اسلامی ملک یا شہر کی طرف تبلیغ یا تعلیم کی نیت سے کیا جانے والا سفر ہجرت نہیں کہلا سکتا اسی طرح کسی غیر اسلامی ملک کی طرف جو سفر کیا جائے اسے بھی ہجرت نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ہجرت صرف دار کفر سے دارالاسلام کی طرف ہوتی ہے

پس کوئی بھی جماعت یا گروہ جو دینی اورشرعی اصطلاحات کی شرح صرف لغت سے بیان کرے وہ دین کا کام کرنے کیلئے نااہل ہے۔

تبلیغی جماعت کی ظاہر چلت پھرت، قربانیوں اوراخلاص کودیکھ کر جوسادہ لوح مسلمان اس جماعت میں شامل ہورہے ہیں یاہوچکے ہیں ان سے نہایت مخلصانہ گذارش ہے کہ انہیں ایک لمحہ کے لئے ٹہر کر ہمارے ان معروضات پرغورضرورکرنا چاہیے ورنہ ایسانہ ہوکہ تبلیغی جماعت کی محنت میں لگ کر جولوگ اپنی دنیاوی امورومعاملات کی بےلوث قربانی دے رہے ہیں انکی اپنی آخرت میں بھی ہاتھ سے جاتی رہےاوروہ لوگ دنیا اورآخرت دونوں کے اعتبار سے خسارہ میں پڑجائیں، دعاہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کواس خسارہ سے محفوظ رکھے، آمین۔

﴿وماعلینا الاالبلاغ﴾